وارث کون؟
آخری قسط
مصنف:
زیاد اصغر زارون
کچھ پچھتاوے قبر کی مٹی تک پیچھا نہیں چھوڑتے

ناول:وارث کون؟

باب چہارم: تشنہ دیدار

قسط نمبر20(آخری قسط)

مصنف:زیاد اصغر زارون

oooooooooo

ہسپتال کے حبس زدہ اور سپید دیواروں والے مرکزی ہال میں وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔ پچھلا پورا دن عائشہ کے لیے ادویات کے بھاری ڈوز، طاقتور پین کلرز اور مسلسل چڑھتی ڈرپس کی نذر ہو گیا تھا۔ ان دواؤں کا مقصد صرف عائشہ کی گرتی ہوئی قوتِ مدافعت کو مصنوعی سہارا دینا اور اس کے وجود میں اٹھنے والی اذیت ناک لہروں کو عارضی طور پر سُن کر دینا تھا۔ عائشہ کا جسم بھلے ہی ان نشہ آور ادویات کے زیرِ اثر ساکت تھا، مگر اس کی روح ہسپتال کے ماحول سے بری طرح اکتا چکی تھی۔ ایک ہفتے کی اس قیدِ تنہائی نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔

صبح کی پہلی کرنیں جب کھڑکی کے میلے شیشوں سے چھن کر بستر پر پڑیں، تو نرس نے معمول کے مطابق نئی ڈرپ لگائی اور انجکشنز کا کوٹہ پورا کیا۔ کچھ ہی دیر بعد ڈاکٹر اپنے عملے کے ساتھ روٹین چیک اپ کے لیے وہاں پہنچا۔ عامر، جو رات بھر عائشہ کے سرہانے ایک زندہ لاش کی طرح بیٹھا رہا تھا، اب بیڈ کے پاس ساکت کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا، مگر اس خاموشی کے پیچھے دکھ کا ایک ایسا سمندر موجزن تھا جسے وہ اپنی پلکوں کے بند باندھ کر روکے ہوئے تھا۔ اسے ڈاکٹر کی وہ باتیں یاد تھیں کہ عائشہ اب "چند دنوں کی مہمان" ہے، اور یہی سچ اس کے دل پر آرے چلا رہا تھا۔

ڈاکٹر نے عائشہ کا بلڈ پریشر چیک کیا اور ایک مصنوعی پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کی نحیف آنکھوں میں جھانکا۔ "اب آپ پہلے سے کافی بہتر اور ہشاش بشاش لگ رہی ہیں۔ کیوں؟ کیا اب گھر جانے کا ارادہ ہے؟" ڈاکٹر نے خوشگواریت سے پوچھا، جیسے وہ کسی صحت مند انسان سے مخاطب ہو۔

www.urduboon.com

عائشہ نے، جس کے لبوں پر پیلاہٹ رقص کر رہی تھی، دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کے لیے گھر کا تصور اب کسی جنت سے کم نہیں تھا، چاہے وہ گھر اب اسے آخری پناہ گاہ ہی کیوں نہ فراہم کرے۔

"بہت اچھے!" ڈاکٹر نے عامر کی طرف دیکھتے ہوئے فائل اٹھائی اور چند مزید ادویات اور انجکشنز تحریر کیے۔ اس نے فائل عامر کی طرف بڑھائی اور حتمی ہدایات دیں،

"یہ دوائیں آپ نے باقاعدگی سے استعمال کروانی ہیں اور ایک ہفتے بعد انہیں دوبارہ چیک اپ کے لیے لانا ہے۔"

عامر نے لرزتے ہاتھوں سے وہ فائل تھام لی۔ ڈاکٹر نے رسمی لہجے میں مزید کہا،

"آپ کاؤنٹر سے ریلیز لیٹر بنوا لیں، پھر انہیں لے جا سکتے ہیں۔ بس ان کا خیال رکھیں اور اگر طبیعت میں ذرا بھی بگاڑ محسوس ہو تو بلا تاخیر ہسپتال لائیے گا۔"

اتنا کہہ کر ڈاکٹر اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اگلے بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے لیے یہ ایک روٹین کا کیس تھا، ایک ایسا مریض جسے اب ہسپتال کے ریکارڈ سے نکال کر گھر کے حوالے کرنا تھا تاکہ موت کے سائے ہسپتال کی بدنامی کا باعث نہ بنیں۔

اب عامر اکیلا تھا، عائشہ کے سامنے کھڑا وہ خود کو بہت چھوٹا محسوس کر رہا تھا۔ "میں ذرا پیپر ورک مکمل کروا لوں، پھر ہم گھر چلتے ہیں۔" اس نے بہت دھیمے لہجے میں کہا۔ وہ اپنی آواز کو مستحکم رکھنے کی کوشش تو کر رہا تھا، مگر اس کے لہجے کی ویرانی اور آنکھوں میں موجود ہارا ہوا شخص عائشہ سے چھپ نہ سکا۔

عامر جب کمرے سے باہر نکلا، تو عائشہ کی نظریں اس کے تعاقب میں دروازے تک گئیں۔ وہ خاموش تھی، مگر اس کا ذہن کسی بپھرے ہوئے سمندر کی طرح تلاطم میں تھا۔ اس کی چھٹی حِس چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ یہ گھر واپسی صحت یابی کا مژدہ نہیں بلکہ الوداعی سفر کا آغاز ہے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ ڈاکٹرز صرف بستر خالی کروانے اور اپنی جان چھڑانے کے لیے اسے رخصت کر رہے ہیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ اتنی سنگین ہو چکی ہے کہ اب مشینوں اور دواؤں نے بھی ہتھیار ڈال دیے ہیں۔

www.urduboon.com

وہ وہیں لیٹی، چھت کے پنکھے کو گھومتے دیکھتی رہی، اور سوچتی رہی کہ عامر اس سے کیا چھپا رہا ہے؟ وہ کیا بات ہے جو اس کے مضبوط شوہر کو اندر سے گھن کی طرح کھا رہی ہے؟ ہسپتال کی شور مچاتی خاموشی میں عائشہ اب اپنی زندگی کے آخری ابواب کا حساب لگا رہی تھی۔

°°°°°°°°°°

عائشہ کو ہسپتال سے نکل کر گھر کے مانوس آنگن میں آئے ایک ہفتے سے زائد کا عرصہ بیت چکا تھا، مگر یہ دن کسی طویل اور تھمے ہوئے برزخ کی مانند تھے۔ گھر کی فضا اب خوشبوؤں سے نہیں بلکہ ادویات کی مخصوص کڑوی بو اور جراثیم کش لوشن کی خوشبو سے اٹی رہتی تھی۔ اس دوران عائشہ کی طبیعت کسی ایک مقام پر ٹھہر سی گئی تھی۔ نہ تو کوئی بڑا بگاڑ پیدا ہوا تھا اور نہ ہی صحت کی کوئی ایسی کرن نظر آئی تھی جس سے عامر کا بجھا ہوا دل روشن ہو پاتا۔ وہ محض بھاری خوراک والی دواؤں اور انجکشنز کے سہارے دن رات کاٹ رہی تھی، جیسے کسی بجھتے ہوئے چراغ میں زبردستی تیل ڈالا جا رہا ہو۔

سابقہ دن عامر اسے دوبارہ میر پور لے کر گیا تھا۔ وہی ہسپتال کی راہداریاں، وہی ڈاکٹر کی سنجیدہ شکل اور وہی مشینوں کی بے حس آوازیں۔ ڈاکٹر نے روٹین چیک اپ کیا، کچھ نئے انجکشنز اور ادویات لکھیں اور عامر خاموشی سے وہ سب لے کر عائشہ کو واپس گھر لے آیا۔

عامر جانتا تھا کہ یہ ادویات شفا کے لیے نہیں، بلکہ صرف اس تکلیف کو کم کرنے کے لیے ہیں جو عائشہ کو موت کی آغوش میں جانے سے پہلے جھیلنی پڑ سکتی تھی۔

گھر میں اب بھی کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ڈاکٹرز نے عائشہ کو جواب دے دیا ہے۔ عامر نے اس ہولناک سچ کو اپنے سینے میں ایک تپتے ہوئے کوئلے کی طرح چھپا کر رکھا تھا، جو کسی اور کو تو نہیں جلا رہا تھا مگر اس کے اپنے وجود کو اندر ہی اندر راکھ کر رہا تھا۔ جب اس کی ماں عائشہ کے ماتھے پر پیار دیتی یا اس کی صحتیابی کی دعائیں مانگتی، تو عامر کو اپنی بے بسی پر رونا آتا۔ اسے لگتا جیسے وہ ان سب سے کوئی بہت بڑی غداری کر رہا ہے، مگر اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی ماں کو بتا سکے کہ جس بہو کی خدمت وہ کر رہی ہے، وہ اب محض چند سانسوں کی مہمان ہے۔

عامر، جو کبھی دیہاڑی اور پیسوں کے لیے دن بھر سروس اسٹیشن پر پسینہ بہاتا تھا، اب وہاں بہت کم نظر آتا۔ اسے اب ان نوٹوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی جن سے وہ عائشہ کی زندگی نہیں خرید سکا تھا۔ وہ اب اپنا زیادہ تر وقت عائشہ کے کمرے میں، اس کے سرہانے بیٹھ کر گزارتا۔ وہ اس

کے بجھتے ہوئے چہرے کو گھنٹوں تکتا رہتا، جیسے ان لمحوں کو اپنی یادوں میں ہمیشہ کے لیے قید کر لینا چاہتا ہو۔ وہ اسے ہنسانے کی کوشش کرتا، پرانی باتیں کرتا، مگر اس کی اپنی ہنسی میں ایک ایسی ویرانی ہوتی تھی جو گھر کی دیواروں تک کو اداس کر دیتی۔

وہ جانتا تھا کہ وقت ریت کی طرح اس کی مٹھی سے پھسل رہا ہے اور وہ اس ریت کو روکنے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا چکا تھا۔ عائشہ اسے پاس دیکھ کر سکون محسوس کرتی، مگر اسے کیا معلوم تھا کہ اس کا یہ مخلص شوہر اس وقت ضمیر اور حالات کی کس سولی پر لٹکا ہوا ہے۔

oooooooooo

صبح کی پہلی کرنیں گھر کے آنگن میں اتر رہی تھیں، مگر عامر کے گھر کی فضا اب بھی اداسی کی چادر اوڑھے ہوئے تھی۔ عائشہ اپنے کمرے میں دواؤں کے زیرِ اثر گہری نیند سو رہی تھی، جبکہ باورچی خانے میں عامر کی والدہ حسبِ معمول ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں۔ توے پر روٹی کے پکنے کی آواز اور سالن کی خوشبو کسی عام دن کا احساس دلا رہی تھی، مگر عامر کی والدہ کے دل میں ایک انجانا خوف مسلسل دستک دے رہا تھا۔ وہ کئی دنوں سے اپنے بیٹے کے چہرے پر پھیلی ویرانی اور آنکھوں میں بسی وحشت کو دیکھ رہی تھیں، لیکن ان کا گمان اب بھی یہی تھا کہ یہ سب عائشہ کی بگڑتی ہوئی صحت کی وجہ سے پیدا ہونے والی عارضی پریشانی ہے۔ وہ اس ہولناک حقیقت سے بالکل بے خبر تھیں جو عامر کے وجود کو اندر سے کھوکھلا کر رہی تھی۔

عامر وہی بوجھل وجود اور زرد چہرہ لیے باورچی خانے میں داخل ہوا۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے ایک پیڑھی کھینچی اور اس پر ڈھیر ہو گیا۔ والدہ نے خاموشی سے اس کے سامنے سالن کی پلیٹ رکھی۔ عامر نے روٹی کا ایک نوالہ توڑا، اسے سالن میں ڈبویا اور منہ تک لے گیا۔ وہ نوالہ نہیں تھا، بلکہ غم کا ایک پتھر تھا جو اس کے حلق میں پھنس کر رہ گیا۔ اس کا خشک حلق جیسے کسی بھی غذا کو قبول کرنے سے انکاری تھا۔ عامر کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یہ نوالہ چھوڑ دے اور کہیں دور جا کر اتنی بلند آواز میں دھاڑیں مار کر روئے کہ کائنات لرز اٹھے۔

بڑی جدوجہد کے بعد اس نے پہلا نوالہ اتارا، مگر جب دوسرا نوالہ توڑ کر زبان تک لایا، تو اس کے اعصاب نے جواب دے دیا۔ اس کے ہاتھ بری طرح کانپنے لگے، روٹی مٹی میں ملی ہوئی محسوس ہوئی اور اس نے وہ نوالہ واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔ اس کی ہمت کی آخری دیوار گر چکی تھی۔

والدہ نے جب عامر کی طرف دیکھا، تو ان کی روح کانپ اٹھی۔ عامر کی آنکھیں پانی سے لبالب بھری تھیں، جو بس ایک پلک جھپکنے کی دوری پر تھیں۔

"عامر! کیا ہوا؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟ عائشہ کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی ہے کیا؟" ماں کی آواز میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

بس یہ پوچھنا تھا کہ عامر کا رہا سہا ضبط کسی ریت کی دیوار کی طرح ڈھہ گیا۔ وہ وہیں پیڑھی پر بیٹھا بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ والدہ کے تو جیسے ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔ وہ ہانپتی ہوئی اس کے قریب آئیں، اس کے لرزتے ہاتھوں کو تھاما اور بدحواسی سے پوچھا، "ہوا کیا ہے؟ بولتا کیوں نہیں؟ تو کیوں ایسے رو رہا ہے؟"

"اماں! وہ... ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے۔" عامر نے سسکیوں کے درمیان وہ لفظ ادا کیے جو کسی بھی انسان کے لیے سزائے موت سے کم نہیں تھے۔

والدہ کا ہاتھ ساکت رہ گیا، وہ جیسے بات کی گہرائی تک نہ پہنچ سکیں۔ "کیا مطلب؟ ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟ کوئی دوائی لانی ہے؟ کوئی نیا ٹیسٹ؟"

"نہیں اماں! وہ کہتا ہے عائشہ کو گھر لے جاؤ، اس کے پاس اب وقت نہیں ہے۔ وہ... وہ اب نہیں بچے گی اماں!" یہ کہتے ہی عامر نے اپنا سر گھٹنوں میں چھپا لیا اور اس کی بے آواز سسکیاں پورے باورچی خانے میں گونجنے لگیں۔

ماں کی آنکھیں ایک پل کو پتھرا گئیں۔ انہیں اپنا وہ بیٹا یاد آیا جو زندگی بھر ٹھوکریں کھاتا رہا۔ کبھی جرم کی دنیا میں بھٹکا تو کبھی تنہائی کے زندان میں رہا۔ ان کی نظر میں وہ ہمیشہ مصیبتوں کا مارا ہوا ایک بچہ تھا جسے عائشہ کی شکل میں برسوں بعد ایک سہارا، ایک ہمسفر اور جینے کی ایک سچی وجہ ملی تھی۔ مگر تقدیر نے وہ وجہ بھی محض چند مہینوں میں چھین لی تھی۔ ماں کی آنکھوں سے بھی ضبط کے آنسو بہہ نکلے۔ انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے عامر کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"حوصلہ رکھ پتر... اللہ بڑا کارساز ہے، معجزے ہوتے ہیں۔ عائشہ کو کچھ نہیں ہو گا، تو ہمت مت ہار۔"

"نہیں اماں! وہ ٹھیک نہیں ہو سکتی۔" عامر نے سر اٹھایا، اس کی آنکھیں خون آلود تھیں اور لہجے میں ایک وحشیانہ درد تھا۔

www.urduhoon.com

"اس کا وہ پہلا شوہر... نقیب... وہ درندہ تھا اماں! اس نے عائشہ کو اندر سے مار دیا تھا۔ اس معصوم کو جس طرح اس نے روندا، جس طرح اس کلی کو مسلا... اس کے اندرونی اعضاء اب جواب دے گئے ہیں۔ وہ ظالم اسے جیتے جی مار گیا، اور میں... میں اسے کھو رہا ہوں۔ میں اسے نہیں کھونا چاہتا۔"

عامر کسی چھوٹے بچے کی طرح اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر رو رہا تھا اور ماں اسے تسلی دینے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ وہ جانتی تھیں کہ اس وقت اسے سنبھالنا ناممکن ہے۔ عامر، جو دنیا کی نظر میں ایک کٹھور مجرم اور سنگدل انسان تھا، اس وقت اپنی تمام تر محرومیوں کا بوجھ لیے ٹوٹ کر بکھر چکا تھا۔ اس کی زندگی کا وہ واحد سہارا، جسے وہ سچے دل سے اپنا کہہ سکتا تھا، اب ریت کی طرح اس کی مٹھی سے پھسل رہا تھا۔

دوسری طرف عائشہ کمرے میں خاموشی سے سو رہی تھی، اس ہولناک طوفان سے بالکل بے خبر جو اس کے شوہر کے وجود کو خاکستر کر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی زندگی کی آخری شمع بجھنے سے پہلے عامر اس کے لیے کتنی موتیں مر رہا ہے۔

°°°°°°°°°°

راز جب ایک سے دوسرے کان تک پہنچتا ہے، تو وہ راز نہیں رہتا بلکہ ایک ایسی لہر بن جاتا ہے جو پورے سماج کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ عامر نے اپنی والدہ کو اس ہولناک سچ کا امین بنایا تھا تاکہ عائشہ کی رہی سہی ہمت جواب نہ دے جائے، مگر ایک دکھی ماں کا دل کتنا ضبط کرتا؟ محلے کی ایک دو خواتین سے بانٹا گیا وہ دکھ، چند ہی گھنٹوں میں گاؤں کی ہر گلی اور ہر چوپال کا موضوع بن گیا۔

عامر کی والدہ نے دانستہ طور پر تو عائشہ کو کچھ نہیں بتایا، مگر ان کی بھیگی پلکیں اور گاؤں کی خواتین کا اچانک بڑھتا ہوا تانتا، بہت کچھ چغلی کھا رہا تھا۔ وہ خواتین جو پہلے اُکاڈُکا حال پوچھنے آتی تھیں، اب عائشہ کو ایسی نظروں سے دیکھتیں جیسے وہ کوئی بچھڑنے والا مسافر ہو۔ ان کی نگاہوں میں موجود وہ ترس عائشہ کے دل میں کانٹے کی طرح چبھنے لگا تھا۔ اسے احساس ہونے لگا تھا کہ عامر کی خاموشی کے پیچھے کوئی ایسی بھیانک حقیقت ہے جس کا سامنا کرنے سے وہ ڈر رہا ہے۔

www.urduboon.com

ابھی بمشکل تین دن ہی گزرے تھے کہ تقدیر نے اپنا آخری کارڈ کھیل دیا۔ عامر کسی کام سے شہر گیا ہوا تھا اور گھر میں صرف عائشہ اور اس کی ساس تھیں۔ اسی دوران گاؤں کی ایک معتبر لیکن بے حد باتونی خاتون عائشہ کی خیریت دریافت کرنے آ بیٹھیں۔ ان کے چہرے پر بناوٹی سنجیدگی اور لہجے میں مصلحت کی کمی صاف نظر آ رہی تھی۔

خاتون نے کمرے میں قدم رکھتے ہی پہلے تو عائشہ کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر ایک لمبی آہ بھر کر اس کے بیڈ کے قریب کرسی کھینچ لی۔

"ہائے میرے بچے! کیا حال کر لیا تم نے اپنا؟ کیسی سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہو۔" انہوں نے تاسف سے کہا۔

عائشہ نے خود کو مجتمع کیا اور ایک پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بولی،

"آنٹی! اب تو میں پہلے سے کافی بہتر محسوس کر رہی ہوں۔ امید ہے کہ کچھ ہی دنوں میں بالکل ٹھیک ہو کر چلنے پھرنے لگوں گی۔"

عائشہ کا یہ جملہ ابھی فضا میں ہی تھا کہ ان خاتون کے لہجے کی کڑواہٹ نے اسے کاٹ کر رکھ دیا،

"ہائے کاش یہ سچ ہوتا!"

وہ الفاظ عائشہ کے سینے میں کسی بم کی طرح پھٹے۔ اسے پہلی بار یہ ہولناک احساس ہوا کہ اس کے گرد موجود ہر انسان اس کی اصل حالت سے واقف ہے، سوائے اس کے۔ خاتون نے اس کے خاموش صدمے کو محسوس کیے بغیر ایک اور کاری ضرب لگائی،

"کیا تمہارے امی ابو یا کوئی اور رشتہ دار نہیں آئے؟"

عائشہ نے دکھ سے اپنے لب بھینچ لیے،

"نہیں۔۔۔ میرا اس دنیا میں عامر کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔"

"کوئی تو ہو گا بیٹی۔۔۔ کوئی بہن بھائی یا ننھیال والے۔ انہیں تمہارے آخری وقت میں تمہارے پاس ہونا چاہیے۔"

www.urduboom.com

خاتون نے ایک ایسا دھماکہ کیا جس نے عائشہ کی کائنات ہلا کر رکھ دی۔

"آخری وقت؟ کیا...؟ کیا میں مرنے والی ہوں؟" عائشہ کے لہجے میں ایک عجیب سی لرزش تھی۔ اسے موت سے ڈر نہیں تھا، مگر اب اس کے دل میں جینے کی ایک شدید تمنا جاگ اٹھی تھی۔ وہ عامر کے ساتھ ایک طویل اور پر سکون زندگی کے خواب دیکھ رہی تھی، مگر ان الفاظ نے اسے ایک پل میں بستر مرگ پر لا کھڑا کیا۔

اس نے خود پر قابو پایا اور جان بوجھ کر خاتون کو کھنگالنے کے لیے کہا،

"آنٹی! ہم نے تو یہ بات کسی کو نہیں بتائی، آپ کو کیسے پتہ چل گیا؟"

"لو بیٹی! یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے؟ اب تو پورے گاؤں کی خواتین کو پتہ ہے کہ ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے۔ ہم سب تو خود تمہارے لیے بہت دکھی ہیں۔"

خاتون نے نہایت بے نیازی سے سارا کچا چھٹا کھول کر رکھ دیا۔

عائشہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، اس نے اپنا آخری سوال پوچھا، "آنٹی! کیا آپ کو پتہ ہے میری یہ حالت کیوں ہوئی؟"

"ہائے پتر! جب کسی بے فیض اور ظالم انسان سے واسطہ پڑ جائے تو یہی انجام ہوتا ہے۔ تمہارا وہ سابقہ شوہر خود تو مر گیا، مگر جاتے جاتے تمہارا اندرونہ برباد کر گیا۔ اللہ ہی پوچھے گا اس ظالم سے۔" خاتون بولتی رہیں، مگر عائشہ کے لیے اب دنیا خاموش ہو چکی تھی۔

خاتون کے لب اب بھی ہل رہے تھے، وہ شاید کوئی اور قصہ سنا رہی تھیں، مگر عائشہ کے کانوں میں اب صرف ایک ہی صدا گونج رہی تھی،

"آخری وقت"

www.urduboon.com

اس کا دماغ سن ہو چکا تھا اور کانوں میں ایک عجیب سی سائیں سائیں ہونے لگی تھی۔ اسے محسوس ہوا جیسے کمرے کی دیواریں اس پر گرنے والی ہیں۔ اسے اس سچ کی اذیت سے زیادہ عامر کی اس محبت پر رونا آرہا تھا جو اسے بچانے کے لیے اکیلا ہی اس پہاڑ جیسے دکھ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھر رہا تھا۔

عائشہ اب ساکت تھی، اس کی نظریں چھت کے ایک نقطے پر جمی تھیں، جہاں اب اسے اپنی زندگی کی تمام محرومیاں اور عامر کا اداس چہرہ نظر آرہا تھا۔ وہ جان چکی تھی کہ اس کا سفر اب ختم ہونے والا ہے، مگر اسے دکھ اس بات کا تھا کہ وہ عامر کو اس تنہائی میں کیسے چھوڑ کر جائے گی۔

oooooooooo

عصر کی اذانیں فضا میں گونج رہی تھیں اور زرد پڑتی دھوپ کمرے کی دیواروں پر اپنی آخری رمق چھوڑ رہی تھی، جب عامر کچھ جوس کے ڈبے اور اسٹرابیری کا شاپر تھامے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ایک مصنوعی چمک تھی، وہ چمک جو ایک ہارا ہوا جواری اپنی آخری بازی چھپانے کے لیے چہرے پر سجاتا ہے۔ عائشہ بستر پر نحیف و نزار لیٹی تھی، اس کا وجود ایک پگھلتی ہوئی شمع کی مانند تھا جو دھیرے دھیرے اپنے ہی تپتے ہوئے موم میں غرق ہو رہی تھی۔

عامر نے میز پر سامان رکھتے ہوئے بڑے پرجوش لہجے میں کہا،

"دیکھو عائشہ! تمہاری پسندیدہ اسٹرابیری لے آیا ہوں۔ پورے بازار کی خاک چھانی، بڑی مشکل سے ملی ہیں۔"

اس نے شاپر میز پر رکھے، مگر عائشہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ وہ بستر پر ایک بے جان لکڑی کی طرح پڑی تھی، اس کا وجود جیسے کسی ویران کھنڈر کا ملبہ بن چکا تھا۔ اس نے عامر کی ان پرجوش باتوں کو سنا ہی نہیں، یا شاید اب اس کے کانوں میں زندگی کی آوازیں پڑنا بند ہو گئی تھیں۔

www.urdupoon.com

"عامر!" عائشہ کی آواز اتنی نحیف تھی کہ جیسے دور کہیں صحرا میں کوئی سسک رہا ہو۔ اس کی آواز میں ایک ایسی بھراہٹ تھی جو براہِ راست روح کو گھائل کرتی تھی۔ اس نے اپنی پتھرائی ہوئی نظریں عامر پر جمائیں اور لرزتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ کیا، "یہاں... یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔"

عامر کے قدم جیسے زمین نے پکڑ لیے۔ اس نے جب عائشہ کی آنکھوں میں جھانکا تو اسے وہاں آنسوؤں کا ایک تلاطم نظر آیا۔ وہ آنکھیں جو کبھی زندگی سے بھرپور تھیں، اب اپنی آخری پناہ گاہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ بوجھل قدموں سے چارپائی کے پہلو میں بیٹھ گیا اور عائشہ کے ٹھنڈے، بے جان ہاتھ کو اپنی ہتھیلیوں میں چھپا لیا۔ "کیا ہوا عائشہ؟ اتنی اداس کیوں ہو؟ دیکھو، میں تمہارے لیے سب کچھ لے آیا ہوں، اب "تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔

عائشہ نے ایک لمبی اور تکلیف دہ سانس لی، جیسے سینے میں کانٹے چبھ رہے ہوں۔ اس نے عامر کی آنکھوں میں اپنی ڈوبتی ہوئی نظریں گاڑ دیں اور وہ سوال کر دیا جس نے عامر کے ضبط کی آخری دیوار بھی گرا دی،

"عامر... کیا میں مرنے والی ہوں؟ کیا میری سانسوں کی ڈوری ٹوٹنے کے قریب ہے؟"

اس ایک جملے نے عامر کے دل پر ہزاروں نشتر چلا دیے۔ اسے لگا جیسے کسی نے چلتے ہوئے سینے سے دل کھینچ لیا ہو۔ اس نے گھبرا کر نظریں چرائیں اور ایک جھوٹی مسکراہٹ کے ساتھ بولا،

"پاگل ہو گئی ہو کیا؟ یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو؟ مریں تمہارے دشمن! تم بالکل ٹھیک ہو، بس تھوڑی سی کمزوری ہے۔ دیکھنا چند دنوں میں تم اپنے پیروں پر کھڑی ہو گی۔"

سچ تو یہ تھا کہ عامر کا جی چاہ رہا تھا کہ وہیں عائشہ کے قدموں میں گر جائے، اس کا آنچل تھام لے اور گڑگڑا کر کہے کہ عائشہ، مجھے ایسے اکیلا چھوڑ کر مت جانا، میں تمہارے بغیر ایک لمحہ نہیں جی پاؤں گا۔ مگر اس کے مردانہ وقار اور عائشہ کو حوصلہ دینے کی مجبوری نے اسے پتھر کا بنا دیا تھا۔

www.urdubook.com

"عامر! تمہیں میری قسم ہے، تمہیں اس پاک ذات کا واسطہ ہے۔ مجھے سچ بتاؤ... کیا ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے؟ کیا میں اب چند دنوں کی مہمان ہوں؟" عائشہ کی آواز میں اب ایک عجیب سی ضد اور التجا تھی۔

عامر تڑپ اٹھا، اس سے عائشہ کا وہ چہرہ مزید دیکھا نہ گیا۔ اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور فوراً اٹھ کر میز کی طرف چلا گیا۔ اس نے عائشہ کی طرف پشت کر لی تاکہ وہ اس کی آنکھوں میں امڈتے ہوئے آنسوؤں کے سیلاب کو نہ دیکھ سکے۔

"پتہ نہیں کون یہ منحوس باتیں تمہارے دماغ میں بھر دیتا ہے۔ تم آرام کرو، بس یہ فضول باتیں سوچنا بند کرو۔"

وہ میز پر پڑے سامان کو بلاوجہ درست کرنے لگا، مگر اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"عامر... عامر... میری بات سنو عامر!" عائشہ بلک بلک کر رونے لگی۔ اسے اب پختہ یقین ہو گیا تھا کہ عامر کی یہ خاموشی اور یہ بے رخی دراصل سچائی پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش ہے۔

"مجھے مت بہلاؤ عامر، میں اپنی روح کو اپنے وجود سے رخصت ہوتے دیکھ رہی ہوں۔"

عامر دوبارہ اس کے پاس پلٹا، اس کی اپنی آنکھیں بھی اب خون آلود ہو چکی تھیں۔

"ارے پاگل لڑکی! روتی کیوں ہو؟ میں ہوں نا تمہارے پاس۔" اس نے دوبارہ اس کا ہاتھ تھاما، مگر اس بار عائشہ نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"عامر! میرے ابو... مجھے میرے ابو سے ملنا ہے۔" عائشہ کی آواز میں کرب کی انتہا تھی۔

"میری امی، میری بہنیں... انہیں بلاؤ نا عامر! خدا کے لیے انہیں ایک بار بلا لو۔ میری آنکھیں انہیں دیکھنے کے لیے ترس گئی ہیں۔"

عامر کا کلیجہ کٹ کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ عائشہ کا خاندان اس سے کس قدر ناراض ہے، مگر اس لمحے وہ ہر دیوار گرانے کو تیار تھا۔ "میں انہیں بلاؤں گا عائشہ، وہ ضرور آئیں گے۔"

"بس ایک بار..." عائشہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے ایک ایسی آہ بھری جس نے فضا میں لرزہ طاری کر دیا۔

"میرے ابو سے کہنا کہ ان کی وہ گناہگار بیٹی، جس نے ان کی پگڑی اچھالی تھی، اب خاک میں ملنے والی ہے۔ ان سے کہنا کہ عائشہ کو اس کی ہر غلطی کی سزا مل گئی ہے۔ انہیں بتانا کہ میں جا رہی ہوں، ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں... بس ایک بار معاف کر دیں۔ ان سے کہنا کہ اگر وہ معاف نہیں کریں گے تو میری قبر کی مٹی مجھے قبول نہیں کرے گی۔"

وہ زار و قطار رو رہی تھی، اس کا ہر لفظ ایک زخم کی طرح عامر کے سینے پر لگ رہا تھا۔

"بھائی فرحان سے کہنا... تمہاری چھوٹی گڑیا، جسے تم کندھوں پر بٹھا کر گھماتے تھے، آج اپنے بوجھل وجود کے ساتھ آخری ہچکیاں لے رہی ہے۔ بھائی کامران سے کہنا کہ بس ایک بار آ کر اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھ دیں، مجھے ان کی ڈانٹ بھی منظور ہے، بس ایک بار آ جائیں۔ میری امی سے کہنا... بس ایک بار مجھے اپنے سینے سے لگا لیں، ان کی گود میں سر رکھ کر مرنا چاہتی ہوں عامر! ان کی مامتا کی خوشبو میری اذیت مٹا دے گی، میری آخری سانسیں آسان ہو جائیں گی۔ عامر، خدا کا واسطہ ہے، انہیں بتاؤ کہ عائشہ مر رہی ہے... ان کی لاڈلی، ان کی گڑیا مر رہی ہے!"

عائشہ بلبلا رہی تھی، اس کا پورا وجود سسکیوں سے لرز رہا تھا۔

"میں تھک گئی ہوں عامر... میں اس درد سے، اس تنہائی سے، اس پچھتاوے سے تھک گئی ہوں۔ میرا وجود ریت کی طرح بکھر رہا ہے۔ میں ہار گئی ہوں عامر... میں زندگی سے ہار گئی ہوں۔"

عامر ساکت بیٹھا رہا۔ اس کے پاس نہ الفاظ تھے، نہ کوئی تسلی، وہ بس اس کا ہاتھ تھامے خاموشی سے لہو کے آنسو رو رہا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ خود بھی عائشہ کے ساتھ دھیرے دھیرے مر رہا ہے۔

جب عائشہ کا غبار نکل گیا اور وہ ہانپتے ہوئے خاموش سسکیوں پر آئی، تو عامر نے اپنے آنکھیں پونچھیں اور جیب سے موبائل نکال لیا۔ اس کے لہجے میں اب ایک عجیب سی قطعیت تھی۔

"عائشہ! اپنے ابو، دونوں بھائیوں اور بھابھی کا نمبر لکھواؤ۔"

www.urdubooks.com

عائشہ نے لرزتے ہوئے، رک رک کر چاروں نمبر لکھوائے۔ عامر نے وہ نمبر محفوظ کیے اور رنجیدہ لہجے میں پوچھا، "کیا میں ابھی "تمہاری بات کرواؤں؟

عائشہ نے کرب سے نفی میں سر ہلا دیا،

"نہیں... اگر وہ خود بات کرنا چاہیں تو ہی کروں گی۔ میں نہیں چاہتی کہ میری آواز ان کی نفرت کو مزید ہوا دے۔ بس انہیں بلا لو۔"

عامر نے ایک گہری نظر عائشہ کے اس نحیف و نزار چہرے پر ڈالی، جس پر موت کی زردی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ وہ موبائل تھامے کمرے سے نکلا، گھر کی دہلیز پار کی اور دیوانہ وار چلتا ہوا گاؤں کی بڑی پہاڑی پر موجود اپنے اس کھنڈر نما پولٹری فارم پر چلا گیا۔

یہ جگہ ویران تھی، یہاں صرف سناٹا اور پہاڑی ہواؤں کی سائیں سائیں تھی۔ اسے یہی تنہائی چاہیے تھی، جہاں وہ اپنی تمام تر انا، اپنی غیرت اور اپنی عزتِ نفس کو عائشہ کی زندگی کی خاطر روند سکے۔ وہ جانتا تھا کہ وہاں سے اسے تلخ جواب مل سکتے ہیں، اسے دھتکارا جا سکتا ہے مگر وہ عائشہ کی آخری تمنا کے لیے ہر ذلت اٹھانے کو تیار تھا۔ اس نے پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھا اور پہلا نمبر ڈائل کرنے کے لیے انگلیاں سکرین پر جمائیں، جبکہ اس کا اپنا دل اس وقت عائشہ کی طرح دھڑک رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ موت کی خبر پتھروں کو بھی پگھلا دیتی ہے، وہ تو پھر بھی اس کا خون تھے۔

oooooooooo

پہاڑی کی چوٹی پر واقع وہ پولٹری فارم اب ایک اجڑے ہوئے دیار کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ اس کی چھت برسوں پہلے موسمی سختیوں کی نذر ہو کر گر چکی تھی اور اب صرف وہ خستہ حال دیواریں باقی تھیں جو شام کے ڈھلتے سایوں میں کسی شکستہ خواب کی طرح کھڑی تھیں۔ دیواروں میں لگی لوہے کی جالیاں زنگ کی تہوں تلے دب کر اپنی گرفت چھوڑ چکی تھیں اور ہوا کے تھپیڑوں سے ٹکرا کر ایک عجیب سی نوحہ کناں آواز پیدا کر رہی تھیں۔ ہر طرف اگی ہوئی بے ہنگم اور خود رو گھاس نے اس جگہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، جس کے عین درمیان کنکریٹ کا ایک سرد تھڑا موجود تھا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں عامر اپنی زندگی کا سب سے کٹھن فیصلہ کرنے بیٹھا تھا۔

www.urduboom.com

عامر اس کنکریٹ کے تھڑے پر کسی ہارے ہوئے سپاہی کی طرح بیٹھا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سگریٹ سلگ رہا تھا اور دوسرے ہاتھ میں موبائل فون تھا، جسے وہ اتنی مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا کہ اس کے جوڑ سفید پڑ گئے تھے۔ اس کی انگلیاں کانپ رہی تھیں اور دماغ ایک میدانِ جنگ بنا ہوا تھا جہاں وہ الفاظ کو ترتیب دینے کی تگ و دو کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ برسوں کی نفرت کو ایک ہی کال میں کیسے پگھلائے؟ وہ کیسے بتائے کہ جس عائشہ کو انہوں نے اپنی زندگی سے "ہمارے لیے مر گئی" یہ کہہ کر نکال دیا تھا، وہ اب واقعی موت کی آغوش میں جانے والی ہے؟

اپنے دل پر پتھر رکھتے ہوئے، اس نے سب سے پہلے عائشہ کی بھابھی، رفعت کا نمبر ڈائل کیا۔ عائشہ کی باتوں سے اسے لگا تھا کہ شاید رفعت کے دل میں کوئی گوشہ نرم ہو جو بات سن لے۔ عامر نے موبائل لاؤڈ سپیکر پر لگا کر تھڑے پر رکھ دیا۔ مگر دوسری طرف سے صرف ایک سپاٹ مشینی آواز گونجی کہ "مطلوبہ نمبر بند ہے۔"

اس نے دو تین بار کوشش کی، مگر نتیجہ وہی رہا۔ وہ خاموشی عامر کے اعصاب پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔ اسے محسوس ہوا جیسے قدرت نے رابطے کا پہلا دروازہ ہی اس کے منہ پر بند کر دیا ہو۔

رفعت سے رابطہ نہ ہو سکا تو عامر نے ایک گہرا سانس لیا اور لرزتے ہوئے انگوٹھے سے فرحان کا نمبر ڈائل کیا۔ فرحان، عائشہ کا وہ بھائی جس کے بچپن کے قصے سناتے ہوئے عائشہ کی آنکھوں میں ستارے جھلملانے لگتے تھے۔ عامر کو یقین تھا کہ بھائی چاہے کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو جائے، اپنی بہن کے دم توڑنے کی خبر سن کر ضرور پگھل جائے گا۔

طویل اور جاں لیوا بیپ کے بعد، دوسری طرف سے کال اٹھا لی گئی۔ عامر کا دل جیسے حلق میں آ گیا۔

"السلام علیکم!" اسپیکر سے فرحان کی گہری اور اجنبی سی آواز ابھری۔

"عامر نے اپنے لہجے کو جتنا ممکن ہو سکا سنجیدہ اور عاجز رکھنے کی کوشش کی، "وعلیکم السلام! کیا... کیا میری بات فرحان صاحب سے ہو رہی ہے؟

"جی ہاں، میں فرحان ہی بول رہا ہوں۔ آپ کون؟" فرحان کے لہجے میں تجسس تھا۔

www.urduboon.com

"میں عامر ہوں... اور آپ سے ایک ضروری بات کرنے کے لیے کال کی ہے۔" عامر نے اپنی انا کو ایک طرف رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"عامر؟ کون عامر؟ میں کسی عامر کو نہیں جانتا،" فرحان کی آواز میں اب بیزاری واضح تھی۔

عامر نے ایک لمحے کے لیے اپنی آنکھیں بند کیں اور زہر کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا، "میں آپ کی بہن عائشہ کا شوہر ہوں۔"

عامر کے منہ سے یہ جملہ نکلنا ہی تھا کہ دوسری طرف سے جیسے موت جیسا سناٹا چھا گیا۔ ایک ثانیے کے بعد کال منقطع ہو گئی۔ فرحان نے یہ سننا بھی گوارا نہ کیا کہ اس کی بہن کس حال میں ہے۔ اسے شاید اس رشتے اور اس نام سے اتنی گھن تھی کہ اس نے بات مکمل ہونے کا انتظار بھی نہ کیا۔

عامر کا دل دھک سے رہ گیا۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے اسے بھری محفل میں تھپڑ مار دیا ہو۔ یہ رد عمل اس کے لیے غیر متوقع نہیں تھا، مگر اس کی شدت نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔ سگریٹ کی راکھ اس کے ہاتھ پر گری، مگر اسے محسوس نہیں ہوا۔ وہ وہیں ساکت سا ہو کر رہ گیا مگر پھر اسے عائشہ کا وہ مرجھایا ہوا چہرہ یاد آیا، اس کی وہ آخری تمنا یاد آئی۔ اس نے سوچا، "اگر میں آج پیچھے ہٹ گیا، تو عائشہ کی روح کو کبھی سکون نہیں ملے گا۔"

اس نے تھوک نگلا، اپنی تذلیل کے احساس کو جھٹکا اور دوبارہ فرحان کا نمبر ڈائل کیا۔ اس بار اس کی انگلیاں پہلے سے زیادہ کانپ رہی تھیں، مگر ارادہ چٹان کی طرح مضبوط تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسے بار بار دھتکارا جائے گا، اسے گالیاں دی جا سکتی ہیں، مگر وہ عائشہ کے لیے مٹی ہونے کو تیار تھا۔

پولٹری فارم کی وہ خستہ دیواریں عامر کی اس خاموش قربانی کی گواہ تھیں، جہاں ایک گناہگار انسان اپنی محبت کے کفارے کے لیے اپنی انا کی بلی چڑھا رہا تھا۔

oooooooooo

پولٹری فارم کی وہ ویرانی اب عامر کے اعصاب پر سوار ہو رہی تھی۔ ڈوبتے سورج کی آخری زرد لہریں ان خستہ حال دیواروں پر نوحہ کناں تھیں، جہاں کبھی زندگی کی چہل پہل ہوا کرتی تھی۔ عامر نے ایک کے بعد ایک کئی بار فرحان کا نمبر ڈائل کیا، مگر دوسری طرف سے ہر بار ایک

ایسی خاموشی ملی جو کسی گہری کھائی سے کم نہیں تھی۔ شروع میں کال کاٹی جاتی رہی، جیسے فرحان کے پاس عامر کی آواز سننے کو ایک لمحہ بھی نہ ہو، اور پھر بالآخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ نمبر بلاک کر دیا گیا۔ موبائل کی سکرین پر بزی کا نشان عامر کی اُمیدوں پر پڑنے والی وہ مہر تھی جس نے اسے مزید تنہا کر دیا۔

تھک ہار کر عامر نے ایک گہرا سانس لیا، سگریٹ کا ایک لمبا کش کھینچا اور دھواں فضا میں لہراتے ہوئے عائشہ کے والد، کمال احمد کا نمبر ملایا۔ اس کے ہاتھ اب بھی کانپ رہے تھے، مگر عائشہ کی وہ آخری تمنا اسے پیچھے ہٹنے نہیں دے رہی تھی۔ بیپ کے بعد، جب کال اٹھالی گئی، تو عامر کو لگا جیسے اس کا اپنا سانس رک گیا ہو۔

"السلام علیکم چاچو...!" عامر نے نہایت عاجزی سے سلام میں پہل کی۔

"وعلیکم السلام..." دوسری طرف سے ایک سپاٹ اور خشک آواز آئی،

عامر نے پینترا بدلا۔ وہ جانتا تھا کہ سیدھی بات شاید نہ سنی جائے، اس لیے اس نے تلخ حقیقت کا ایک ایسا وار کیا جو کسی کو بھی ہلا کر رکھ دے۔

"کیا آپ کو خبر ہے کہ وہ لڑکا، نقیب... جس کے ساتھ عائشہ گھر چھوڑ کر گئی تھی، وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا؟ اور عائشہ کو اس کے گھر والوں نے دھکے دے کر نکال دیا ہے۔"

کمال احمد کی طرف سے ایک پل کے لیے ایسا سکوت چھا گیا جیسے فون کے دوسرے سرے پر کوئی موجود ہی نہ ہو۔ پھر ان کی برف جیسی سرد آواز گونجی،

"اچھا... لیکن تم کون ہو؟ اور مجھے یہ سب کیوں بتا رہے ہو؟ میرا اس قصے سے کیا لینا دینا؟"

"چاچو! جب اسے گھر سے نکالا گیا، تو میں نے اسے سہارا دیا۔ میں نے عائشہ سے نکاح کیا، اسے اپنا نام دیا اور اسے عزت سے اپنے گھر میں بسایا۔" عامر نے جذبات کی شدت سے کہا۔

www.urduboon.com

"دیکھیں جناب! آپ جو کوئی بھی ہیں... میری بات کان کھول کر سن لیں۔ میری عائشہ نامی کوئی بیٹی نہیں۔ جس دن اس نے گھر کی دہلیز پار کی تھی، اسی دن میں نے اس کا جنازہ پڑھ دیا تھا۔ اب دوبارہ اس نمبر پر کال کرنے کی زحمت مت کیجیے گا۔" کمال احمد نے بے رخی سے کہا،

عامر کو محسوس ہوا کہ کال کٹنے والی ہے۔ اس نے بدحواسی میں چیخ کر کہا،

"چاچو! خدا کے لیے میری بات سنیں... عائشہ مر رہی ہے! ڈاکٹروں نے ہاتھ کھڑے کر دیے ہیں۔ اس کے جسم کے اعضاء جواب دے چکے ہیں۔ وہ... وہ بس چند دنوں کی مہمان ہے چاچو! وہ اپنے آخری وقت میں آپ کی معافی کی طلبگار ہے۔"

عامر کی آواز بھرا گئی، ایک مردِ آہن کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، مگر کمال احمد کے لہجے میں ذرا سی لرزش بھی پیدا نہ ہوئی۔

"میں نے آپ سے پہلے بھی کہا کہ میری کوئی بیٹی نہیں ہے۔ میرے لیے وہ اسی دن مر گئی تھی، اب وہ خاک میں ملے یا جہنم میں جائے، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دوبارہ مجھے کال مت کرنا۔"

اگلے ہی پل کال کٹ گئی، مگر عامر نے ہمت نہیں ہاری۔ اس نے دوبارہ ڈائل کیا۔ پھر دوبارہ۔ مسلسل کال کٹنے کے باوجود وہ کسی دیوانے کی طرح دستک دیتا رہا۔ بالآخر جب کمال احمد نے دوبارہ فون اٹھایا، تو ان کے اندر کا برسوں سے دبا ہوا غصہ لاوے کی طرح ابل پڑا،

"اوئے! تجھے سمجھ نہیں آتی؟ کیوں میری زندگی حرام کر رکھی ہے؟" کمال احمد نے نہایت غلیظ گالیاں دینا شروع کر دیں۔ وہ الفاظ عامر کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اتر رہے تھے۔ عامر، جو کبھی کسی کی معمولی بات پر پستول نکال لیتا تھا، آج اپنے ہی سسر کی غلیظ گالیاں خاموشی سے سن رہا تھا۔ اس نے اپنے لب بھینچ لیے، اپنی غیرت کو عائشہ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا اور التجا کی،

"چاچو! آپ مجھے جتنی چاہیں گالیاں دے لیں، مجھے مار لیں، مگر خدا کا واسطہ ہے عائشہ کو معاف کر دیں۔ بس ایک بار اس کا سر سہلا دیں، اسے دیکھ لیں تاکہ اس کی جان آسانی سے نکل سکے۔"

"اوہ جہنم میں جاؤ تم دونوں! میرا پیچھا چھوڑو،" کمال احمد کے آخری الفاظ تھے اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا۔

www.urduboon.com

عامر کا چہرہ غم اور غصے کی شدت سے دہکنے لگا تھا۔ اس کے ماتھے کی رگیں تن گئی تھیں اور آنکھوں میں لہو اتر آیا تھا۔ اسے ایسی سفاکی، ایسی بے حسی کی توقع نہیں تھی۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ غیرت کی وہ جھوٹی چادر جسے کمال احمد نے اوڑھ رکھا ہے، وہ باپ کے رشتے اور انسانیت سے بھی زیادہ وزنی ہو جائے گی۔

وہ پولٹری فارم کے اس تھڑے پر بیٹھا، مٹھیاں بھینچے، فضا کو گھورنے لگا۔ اسے عائشہ کے وہ آخری الفاظ یاد آ رہے تھے: "انہیں کہو بس ایک بار مل لیں۔"

oooooooooo

جب کمال احمد کی سنگدلی نے امید کے سارے دیے بجھا دیے، تو عامر نے ایک آخری کوشش کا رخ کامران کی طرف موڑا۔ پولٹری فارم کی ویرانی میں شام کے سائے اب گہرے ہو کر سیاہ ناگوں کی طرح رینگنے لگے تھے۔ ہوا میں ایک عجیب سی خنکی تھی جو ہڈیوں تک سرایت کر رہی تھی۔ عامر نے تھرتھراتے ہاتھوں سے کامران کا نمبر ڈائل کیا۔ پہلی بار گھنٹی بجتی رہی، مگر کسی نے اٹھانے کی زحمت نہ کی۔ عامر نے ہمت نہیں ہاری اور دوبارہ نمبر ملایا۔ اس بار چند سیکنڈز بعد دوسری طرف سے ایک سلجھی ہوئی، مگر بے حد رسمی آواز ابھری۔

"السلام علیکم! جی کہیے؟" کامران کی آواز میں وہ مخصوص پیشہ ورانہ ٹھہراؤ تھا جو ایک پروفیسر کی پہچان ہوتا ہے۔

"وعلیکم السلام... کامران بھائی! کیسے ہیں آپ؟" عامر نے آواز کو جتنا ممکن ہو سکا، مستحکم رکھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔" کامران نے مختصر جواب دیا۔ اسے اکثر نامعلوم نمبروں سے طلبہ کی کالز آتی رہتی تھیں، اس لیے اس نے تعارف کا انتظار کیا، مگر دوسری طرف سے صرف سانسوں کی آواز آ رہی تھی۔ عامر کے حلق میں الفاظ کے کانٹے اگ آئے تھے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس مہذب شخص کو اپنی بربادی کا قصہ کیسے سنائے۔

جب خاموشی طویل ہوئی تو کامران کی آواز میں تھوڑی بیزاری ابھری،

"ہیلو؟ بھائی، آپ کی آواز نہیں آ رہی۔ اگر کچھ نہیں کہنا تو میں کال کاٹ دوں؟"

www.urdupoon.com

کامران بھائی!" عامر نے ایک گہرا سانس لے کر سچ کا زہر اگلا،"

"ڈاکٹروں نے ہاتھ کھڑے کر دیے ہیں... آپ کی بہن کے پاس اب صرف چند دنوں کی مہلت ہے۔ عائشہ... عائشہ بس کچھ دنوں کی مہمان رہ گئی ہے۔"

یہ سنتے ہی دوسری طرف گویا وقت تھم گیا۔ فون کے سپیکر سے اب صرف ایک گہرا، منجمد سکوت سنائی دے رہا تھا۔ عامر کو لگا جیسے اس کا اپنا دل دھڑکنا بھول گیا ہو۔ چند لمحوں بعد، کامران نے بہت دھیمے، مگر لرزتے ہوئے لہجے میں پوچھا، "آپ کون ہیں؟ اور... عائشہ کو ہوا کیا ہے؟

اس ایک سوال نے عامر کے ویران دل میں امید کی ایک مدھم سی شمع روشن کر دی۔ اسے لگا کہ شاید پروفیسر کے لبادے کے پیچھے ایک بھائی اب بھی کہیں زندہ ہے۔ اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں عائشہ کی اذیت بیان کرنا شروع کی، "عائشہ جس کے ساتھ گئی تھی، وہ نقیب... وہ انسان نہیں، درندہ تھا۔ اس نے عائشہ کے وجود کو اپنی نفرت اور تشدد سے چھلنی کر دیا۔ وہ تو خود جہنم واصل ہو گیا، مگر عائشہ کے اندرونی اعضاء اس کی مار سہتے سہتے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کا پورا جسم اندر سے ٹوٹ چکا ہے... وہ اب نہیں بچے گی۔"

عامر کی آواز میں موجود کرب اتنا گہرا تھا کہ پتھر بھی پگھل جاتے، مگر کامران نے ایک سرد آہ بھری اور طنزیہ لہجے میں وہ بات کہہ دی جس نے عامر کے بدن میں آگ لگا دی،

"مطلب... اس کی بھاگنے کی عادت اب بھی نہیں گئی۔ باپ کا گھر چھوڑ کر ایک مرد کے ساتھ گئی، اور اب جب وہ مر گیا تو پناہ کے لیے کسی دوسرے مرد کے ساتھ بھاگ نکلی؟"

عامر کے کان غصے سے سرخ ہو گئے، مٹھیاں بھینچ گئیں اور جی چاہا کہ فون کی سکرین سے نکل کر اس پروفیسر کا گلا دبا دے۔ وہ شخص جو اپنی بہن کی موت کی خبر سن کر اس کے کردار پر طنز کر رہا تھا، اسے انسان کہنا بھی انسانیت کی توہین تھی۔ مگر عائشہ کا روتا ہوا چہرہ اس کے سامنے آ گیا اور اس نے اپنے خون کھولتے ہوئے جذبات کو لگام دی۔

"اگر وہ بھاگنے کے بجائے واپس آپ کے گھر کی دہلیز پر آتی، تو کیا آپ اسے اپنا لیتے؟" عامر نے ایک ایسا سوال پوچھا جو سچائی کا کڑوا آئینہ تھا۔

www.urdupoint.com

کامران کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے بات پلٹی، "وہ بعد کی بات تھی... خیر، اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"عائشہ ایک بار، صرف ایک بار آپ سب کو دیکھنا چاہتی ہے،" عامر نے التجائیہ لہجے میں کہا،

"وہ چاہتی ہے کہ آپ سب اس کے گناہ معاف کر دیں اور اسے عزت سے الوداع کہیں تاکہ وہ سکون سے اپنی آنکھیں موند سکے۔"

"دیکھیں جناب،" کامران کی آواز اب دوبارہ سے وہ پروفیسر والی ٹھوس ہو گئی تھی،

"شاید آپ کی دنیا میں عزت کا تصور الگ ہو، مگر ہماری برادری میں بیٹی کا گھر سے نکلنا وہ داغ ہے جو موت کے بعد بھی نہیں دھلتا۔ میں اگر مان بھی جاؤں، تب بھی خاندان کا کوئی فرد اسے معاف نہیں کرے گا۔ وہ ہمارے لیے مر چکی ہے، اس لیے بہتر ہے کہ دوبارہ رابطہ نہ کریں۔"

"کوئی اتنا کٹھور کیسے ہو سکتا ہے کامران بھائی؟" عامر کی آواز میں اب سسکیاں نمایاں تھیں،

"وہ آپ کی گڑیا ہے! وہ دیارِ غیر میں لاوارثوں کی طرح پڑی اپنی آخری سانسیں گن رہی ہے اور آپ کو ذرا سا دکھ نہیں ہو رہا؟ یہ کیسی غیرت ہے جو ماما اور خون کے رشتے سے بڑی ہو گئی؟"

دوسری طرف پھر خاموشی چھا گئی۔ شاید عامر کے الفاظ کامران کے ضمیر کی کسی بند گلی میں دستک دے رہے تھے۔

"میں... میں گھر بات کروں گا۔ امید تو نہیں، مگر ابو مان گئے تو دیکھوں گا۔ ورنہ کوئی نہیں آئے گا۔"

"کامران بھائی! سب نے مٹی ہونا ہے۔ اسے اس کے گناہ سے بڑی سزا مل چکی ہے۔ اسے اس حال میں مت چھوڑیں۔" عامر نے آخری بار التجا کی، مگر کامران نے "کوشش کروں گا" کہہ کر کال کاٹ دی۔

عامر موبائل ہاتھ میں تھامے، اس ویران پولٹری فارم کے تھڑے پر اکیلا رہ گیا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ کبھی نہیں آئیں گے، مگر اس کا دل... وہ نادان دل جو عائشہ کی محبت میں دھڑک رہا تھا، اب بھی ایک معجزے کا منتظر تھا۔ عامر نے تہیہ کر لیا تھا کہ اگر وہ نہیں آئیں گے، تو وہ خود ان کے شہر جائے گا، ان کے قدموں میں بیٹھے گا، ان کی گالیاں سنے گا، مگر عائشہ کی آخری خواہش ادھوری نہیں رہنے دے گا۔

www.urduboon.com

oooooooooo

رات کے نو بج رہے تھے، مگر اس چھوٹے سے کمرے میں وقت جیسے کسی دلدل کی طرح تھم گیا تھا۔ باہر سیاہ رات کا پہرا تھا اور اندر مدھم روشنی عائشہ کے زرد چہرے پر موت کی لکیریں واضح کر رہی تھی۔ عامر ایک کرسی بچھائے اس کے سرہانے بیٹھا تھا، مگر اس کا اپنا وجود کسی پگھلے ہوئے سیسے کی طرح بوجھل تھا۔ اس کے کانوں میں اب بھی عائشہ کے باپ کی غلیظ گالیاں اور بھائی کی نفرت بھری آواز گونج رہی تھی، مگر اس نے اپنے چہرے پر ضبط کی ایک ایسی چادر اوڑھ رکھی تھی جس کے پیچھے چھپا کرب کوئی نہ دیکھ سکے۔

اس نے عائشہ کو نہ تو فرحان کی اس بدتمیزی کا بتایا جس نے کال کاٹ دی تھی اور نہ ہی کمال احمد کی اس سنگدلی کا ذکر کیا جس نے اپنی بیٹی کو جیتے جی عاق کر دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ عائشہ کی رہی سہی سانسیں ان تلخ یادوں کی نذر ہو جائیں۔ اس نے ایک جھوٹی مگر سہارا دیتی مسکراہٹ کے ساتھ عائشہ سے صرف اتنا کہا کہ کامران سے بات ہوئی ہے اور اس نے حوصلہ دیا ہے کہ وہ صبح تک خوشخبری سنائے گا۔

عائشہ خاموشی سے چھت کو تکتی رہی، جیسے وہاں اپنی زندگی کا آخری حساب کتاب پڑھ رہی ہو۔ پھر اس نے نہایت بوجھل اور لرزتے ہوئے لہجے میں پوچھا،

"عامر! کیا وہ واقعی آئیں گے؟ تم جھوٹ تو نہیں بول رہے نا؟ وہ... وہ آ تو جائیں گے نا؟"

"ہاں عائشہ! کیوں نہیں؟ وہ ضرور آئیں گے۔" عامر نے فوراً اس کا نحیف اور ٹھنڈا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا،

"دیکھو، ناراضگی اپنی جگہ، مگر خون کا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹتا۔ بیٹی چاہے کتنی ہی دور کیوں نہ چلی جائے، باپ کا دل آخر کار پگھل ہی جاتا ہے۔ دیکھنا، وہ سب کچھ بھول کر تمہارے پاس دوڑے آئیں گے۔ وہ تمہیں اس حال میں تنہا کبھی نہیں چھوڑیں گے۔"

عامر کے ان حوصلہ افزا الفاظ کے باوجود عائشہ کی آنکھیں لبالب بھر آئیں۔

"عامر! اگر وہ نہ آئے... اگر انہوں نے مجھے معاف نہ کیا، تو میرا اللہ بھی مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ میں نے ان کی پگڑی اچھالی تھی عامر، میں نے ان کا مان توڑا تھا۔ اگر میں ان کی معافی کے بغیر چلی گئی، تو نہ سکون سے جی پائی تھی اور نہ ہی سکون سے مر پاؤں گی۔"

www.urduboom.com

آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ کر تکیے کے غلاف میں جذب ہونے لگے، جہاں پہلے ہی غم کے کئی نشان ثبت تھے۔ عامر تڑپ کر رہ گیا، وہ شخص جو دنیا کی نظر میں ایک کٹھور مجرم تھا، اپنی بیوی کے ان آنسوؤں کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوا۔ اس نے نہایت نرمی سے اپنی ہتھیلی سے اس کے رخسار پونچھے اور تسلی دیتے ہوئے بولا،

"پگلی! رو کیوں رہی ہو؟ میں کہہ رہا ہوں نا کہ وہ ضرور آئیں گے۔ اور اگر نہ آئے، تو میں خود تمہارے ابو کے گھر جاؤں گا، ان کے پیروں میں بیٹھوں گا، انہیں مناؤں گا اور خود اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔ تم بس ہمت مت ہارو۔"

عامر نے تسلی تو دے دی، مگر وہ جانتا تھا کہ عائشہ کی ہمت جواب دے چکی ہے۔ وہ دل جو اُمیدوں کے بجھنے سے پہلے ہی راکھ ہو چکا تھا، اس میں روشنی کی کوئی کرن ابھرنا اب ناممکن لگ رہا تھا۔ عائشہ کے لیے اب ایک ایک سانس کسی پہاڑ کو سر کرنے جیسا بھاری تھا۔

انسان جب تک اپنی موت سے بے خبر رہتا ہے، وہ لڑتا رہتا ہے۔ مگر عائشہ کے ساتھ المیہ یہ ہوا کہ وہ جان چکی تھی کہ اس کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ یہ آگاہی اسے اندر ہی اندر کسی موم بتی کی طرح پگھلا رہی تھی۔ وہ زندگی کی بجھتی ہوئی لو کو صاف محسوس کر رہی تھی اور یہی احساس اس کی جسمانی حالت کو مزید نڈھال کر رہا تھا۔ وہ اب صرف ایک معجزے یا ایک معافی کی منتظر تھی، تاکہ اس کی روح کا یہ سفر تھوڑی آسانی سے کٹ سکے۔

oooooooooo

صبح کے دس بج رہے تھے۔ سورج آسمان پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا، مگر اس کی روشنی عامر کے دل کی تاریکی کو دور کرنے میں ناکام تھی۔ وہ بوجھل قدموں کے ساتھ گھر کی دہلیز پار کر کے دوبارہ اسی ویران پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا، جہاں وہ خستہ حال پولٹری فارم اس کی بے بسی کا خاموش گواہ بنا کھڑا تھا۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے جیب سے موبائل نکالا اور ایک بار پھر کامران کا نمبر ڈائل کیا۔ ہر بیپ اس کے دل کی دھڑکن کو تیز کر رہی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ موبائل فون نہیں، بلکہ عائشہ کی زندگی کی آخری ڈور اس کے ہاتھ میں ہے۔

www.urdupoint.com

بالآخر دوسری طرف سے کال اٹھالی گئی۔ عامر نے سانس روکے، بے تابی سے پوچھا، "جی کامران بھائی! کیا بات کی آپ نے؟ کیا وہ مان گئے؟"

دوسری طرف چند لمحوں کا سکوت رہا، پھر کامران کی سپاٹ اور بوجھل آواز ابھری،

"بات تو کی تھی عامر... لیکن ابو نہیں مان رہے۔"

عامر کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس نے تڑپ کر التجا کی،

"بھائی! آپ ایک بار پھر کوشش کریں نا۔ خدا کا واسطہ ہے، عائشہ کی یہ آخری خواہش ہے۔ وہ لمحہ لمحہ مر رہی ہے، میں اسے یوں سسکتے اور تڑپتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ صرف ایک بار آپ سب کا چہرہ دیکھنا چاہتی ہے۔"

کامران نے ایک ٹھنڈی آہ بھری،

"عامر! یہ سب عائشہ کو گھر کی دہلیز چھوڑنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ ابو اپنے فیصلے کے پکے ہیں۔ انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ عائشہ ان کے لیے اسی دن مر گئی تھی جب اس نے غیرت اور خاندان کے نام پر ایک اجنبی کو ترجیح دی تھی۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ اب میری ہزار کوششوں کے باوجود بھی نہیں پگھلیں گے۔ ان کے دل میں اب بیٹی کے لیے صرف نفرت باقی ہے۔ اسی لیے بہتر یہی ہے کہ تم دوبارہ مجھے کال کر کے شرمندہ نہ کرو اور بس اس کا جتنا ہو سکے خیال رکھو۔"

رابطہ ٹوٹ گیا اور عامر ساکت وہیں کھڑا رہ گیا۔ موبائل اب بھی اس کے کان سے لگا ہوا تھا، مگر دوسری طرف اب صرف ایک ہولناک خاموشی تھی۔ اسے دکھ اس بات کا نہیں تھا کہ عائشہ کے خونی رشتے پتھر ہو چکے ہیں، بلکہ اذیت تو یہ تھی کہ وہ اس معصوم کی آخری تمنا پوری کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔

وہ پولٹری فارم کی اداس دیواروں کے سائے میں بیٹھ گیا مگر عامر کی آنکھوں میں اب شکست کے بجائے ایک عجیب سی دیوانگی اتر آئی تھی۔ وہ کسی صورت ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اگر دیواریں نہیں گر رہی تھیں، تو وہ ان سے ٹکرانے کے لیے تیار تھا۔ اسے اب احساس ہوا کہ عائشہ کی

آخری مسکراہٹ کی قیمت اس کی اپنی انا اور ذلت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اگر یہ سنگدل لوگ خود نہیں آئیں گے، تو وہ انہیں کھینچ کر لائے گا، چاہے اسے اس کے لیے پوری دنیا سے ہی کیوں نہ لڑنا پڑے۔

oooooooooo

شام کے سائے منڈی جٹاں کی گلیوں میں کسی اداس چادر کی طرح پھیل رہے تھے، مگر عامر کے دل کی ویرانی ان سایوں سے کہیں زیادہ گہری تھی۔ آج کا پورا دن ایک لامتناہی عذاب کی طرح گزرا تھا۔ وہ سارا دن عائشہ کے سامنے جانے کی ہمت نہ کر سکا۔ اسے ڈر تھا کہ عائشہ کی سوالیہ نظریں جب اپنی فیملی کا پوچھیں گی، تو وہ ان پتھر دل لوگوں کی سفاکی کا پردہ کیسے چاک کرے گا؟ وہ اسے یہ کیسے بتاتا کہ اس کے اپنے خون نے اسے جیتے جی بھلا دیا ہے؟

جب اندھیرا پوری طرح کمرے کے گوشوں میں ڈیرہ ڈال چکا تھا، تو عامر بوجھل قدموں سے عائشہ کے پاس لوٹ آیا۔ اس کے ہاتھ میں دلیے کا ایک پیالہ تھا، جس کی بھاپ اب مدھم پڑ چکی تھی۔ عامر نے خاموشی سے پیالہ میز پر رکھا اور نہایت آہستگی سے عائشہ کے نحیف وجود کو سہارا دے کر بٹھایا۔ عائشہ کا جسم اتنا ہلکا ہو چکا تھا جیسے روح کے بوجھ تلے دبی ہوئی کوئی بے جان شاخ ہو۔ عامر نے چارپائی کے ایک کونے پر اپنا وزن ڈالا اور لرزتے ہاتھوں سے چمچ بھر کر عائشہ کے سوکھے لبوں کے قریب لے گیا۔

"کیا بات ہوئی میرے ابو سے؟" عائشہ نے بمشکل ایک نوالہ حلق سے اتارا اور وہ سوال کر دیا جس سے بچنے کے لیے عامر سارا دن چھپتا پھر رہا تھا۔

"وہ آ جائیں گے،" عامر نے نظریں چرائیں اور دوسرا چمچ بھرنے لگا۔ اس کے لہجے کی مصنوعی پختگی اس کے اندر کے ٹوٹتے ہوئے حوصلے کو چھپانے کی ناکام کوشش تھی۔

"وہ نہیں آئیں گے... ہے نا؟" عائشہ نے اپنی مچھلی جیسی تڑپتی اور بے نور آنکھوں سے عامر کو پرکھا، جیسے اس کے جھوٹ کی تہوں کو چیر کر سچ دیکھنا چاہتی ہو۔

www.urduboon.com

"وہ ضرور آئیں گے عائشہ! میں خود انہیں لے کر آؤں گا۔ تم بس ہمت مت ہارو،" عامر نے اس کا ہاتھ تھاما، مگر اس کا اپنا ہاتھ برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔

عائشہ نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔ "رہنے دیں عامر... مجھے معلوم ہے کہ وہ نہیں مانیں گے۔ یہ سب میرے ہی گناہوں کا ثمر ہے۔ شاید میری خطا اتنی بڑی ہے کہ اس کی سزا قبر کی مٹی میں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔" اس کی آواز میں موجود یاسیت نے عامر کے سینے میں آگ لگا دی۔

عامر نے تڑپ کر اسے دیکھا۔ اس کی نظروں میں عقیدت اور دکھ کا ایک عجیب امتزاج تھا۔

"ایسا کبھی مت کہنا عائشہ! میں نے تمہیں دنیا کی بہترین اور پاکیزہ ترین عورتوں میں پایا ہے۔ تمہارے جیسی نیک دل لڑکی میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھی۔ تمہاری خطا چھوٹی تھی، مگر تمہارا امتحان بہت بڑا ٹھہرا۔ جیسے میں تم سے راضی ہوں، میرا ایمان ہے کہ میرا رب بھی تم سے راضی ہو گا۔"

اس نے ایک اور چمچ دلیہ اس کے منہ میں ڈالا اور پھر نہایت تحمل سے بولا،

"مجھے اپنے گھر کا مکمل پتہ لکھ کر دو۔ میں کل صبح ہی تمہارے شہر جاؤں گا۔ میں تمہارے ابو کے قدموں میں بیٹھوں گا، انہیں تمہاری حالت کا واسطہ دوں گا اور انہیں واپس لے کر ہی لوٹوں گا۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔"

عائشہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہو گیا۔ "عامر! کیوں خود کو ذلیل کروانے جا رہے ہیں؟ بس کر دیں۔ اب انہیں میرے جینے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بس آپ میرے پاس رہیں، میں اب اپنی زندگی کے یہ آخری لمحات آپ کے سائے میں گزارنا چاہتی ہوں۔ آپ میرے اکلوتے وارث ہیں، میرے مجازی خدا... پلیز مجھے تنہا چھوڑ کر مت جائیں۔"

عامر نے پیار سے عائشہ کے گالوں پر اپنی ہتھیلیوں کا پیالہ بنایا، جیسے کسی قیمتی اور نازک شے کو ٹوٹنے سے بچا رہا ہو۔

"تمہیں کچھ نہیں ہو گا عائشہ! میں صبح جاؤں گا اور شام تک انہیں لے کر واپس آؤں گا۔ میرا وعدہ ہے، میں خالی ہاتھ نہیں لوٹوں گا۔"

www.urduboom.com

عائشہ یکدم پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی اور عامر کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ اس کے الفاظ میں اس وقت عمر بھر کی تشکر گزاری سمٹ آئی تھی،

"عامر! آپ کے ساتھ گزرا میری زندگی کا ہر لمحہ کسی خواب جیسا حسین تھا۔ میں شاید اس محبت اور اس مان کے قابل بھی نہیں تھی جو آپ نے مجھے دیا۔ آپ نے مجھے تب سنبھالا جب میں دربدر تھی، مجھے تب سہارا دیا جب میرا اپنا خون میرا دشمن تھا۔ کاش میں آپ کے اس احسان کا بدلا دے پاتی۔ آپ بہت اچھے ہیں عامر... بہت اچھے! میں آپ سے راضی ہوں، مجھے فخر ہے کہ آپ میرے شوہر ہیں۔ اللہ آپ کو اس کا وہ اجر دے گا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

عامر نے دلیے کا پیالہ میز پر رکھا اور آگے بڑھ کر عائشہ کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔ عائشہ کا سر اس کے کندھے پر تھا اور اس کے بال عامر کے آنسوؤں سے بھیگ رہے تھے۔

"تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔" عامر نے اس کے بال سہلاتے ہوئے سرگوشی کی،

"بس مجھے کل ایک بار کوشش کر لینے دو۔ میں تمہیں یوں غمگین نہیں دیکھ سکتا۔"

کمرے کی مدھم روشنی میں یہ دو وجود، جو دنیا کی نظر میں شاید گناہگار یا ناکام تھے، اس وقت انسانیت اور محبت کی اعلیٰ ترین مثال بن چکے تھے۔ عامر پر عزم تھا، اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ عائشہ کی آخری خواہش کی خاطر اپنی انا کا جنازہ اٹھانے کو تیار ہے۔ وہ جانتا تھا کہ سامنے نفرت کی دیواریں بلند ہیں، مگر اسے یقین تھا کہ اس کی سچی تڑپ ان دیواروں کو گرا دے گی۔ وہ رات عامر کے لیے دعا اور عزم کی رات تھی، جبکہ عائشہ کے لیے یہ اپنے مسیحا کی بانہوں میں سکون کی ایک آخری پناہ گاہ تھی۔

oooooooooo

صبح کے سات بجے، جب فضاؤں میں ابھی شبنم کی نمی باقی تھی، ایک کوسٹر لاہور کی طویل مسافت کے لیے اسٹینڈ سے روانہ ہونے کو تیار کھڑی تھی۔ عامر بوجھل دل کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کئی راتوں کی جاگتی تھکن اور شکستہ جذبات کی گرد واضح تھی۔ وہ ایک ایسے ہارے ہوئے جواری کی طرح تھا جو اپنی زندگی کی آخری بازی لگانے کے لیے نکل پڑا ہو۔ اس کا مقصد عائشہ کے والدین کی دہلیز پر بیٹھ جانا

تھا۔اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ جب تک وہ ان سنگدلوں کے قدموں میں گر کر عائشہ کے لیے معافی کی بھیک نہیں مانگ لے گا، وہ وہاں سے نہیں ہلے گا۔

کوسٹر اپنی پوری رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ کھڑکی سے باہر ایک طرف نہر کا پانی کسی خاموش گواہ کی طرح ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور دوسری طرف درخت کسی بھولی ہوئی یاد کی طرح تیزی سے پیچھے چھوٹتے جا رہے تھے۔ عامر نے اپنا سر کھڑکی کے شیشے سے ٹکا رکھا تھا، مگر اس کی نظریں نہر کے گدلے پانی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کا ذہن وسوسوں کا ایک ایسا میدانِ جنگ بن چکا تھا جہاں ہر لمحہ ایک نیا خوف جنم لے رہا تھا،

"اگر وہ اب بھی نہ مانے تو؟ اگر انہوں نے مجھے دھکے دے کر نکال دیا تو میں عائشہ کی ڈوبتی ہوئی آنکھوں میں کیسے جھانکوں گا؟ اسے کیا جواب دوں گا؟"

کوسٹر جگو ہیڈ کی لہروں کو پار کرتی ہوئی قصبے کے شور و غل سے گزری۔ سرائے عالمگیر کا ریلوے پھاٹک پار کرتے ہوئے لوہے کی پٹریوں سے اٹھنے والی آواز عامر کو اپنی ٹوٹتی ہوئی اُمیدوں کی صدا محسوس ہو رہی تھی۔ بالآخر کوسٹر سرائے عالمگیر پل کے ساتھ بنے اسٹاپ پر رک گئی۔ کنڈکٹر کی کرخت آوازیں سواریوں کو متوجہ کر رہی تھیں مگر عامر اپنے اندر پھیلی اس تاریکی سے نبرد آزما تھا جس نے اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

اسی کشمکش میں اس کے موبائل کی بیل بجی۔ سکرین پر ابو کا نام دیکھ کر عامر کے دل کی دھڑکن ایک پل کو رک سی گئی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے کال اٹھائی۔

"عامر! کہاں ہو تم؟" دوسری طرف سے والد کی آواز میں ایک ایسی گھبراہٹ تھی جس نے عامر کے ماتھے پر پسینہ لا دیا۔

"میں... میں سرائے عالمگیر ہوں، ایک ضروری کام سے آیا تھا۔" عامر نے بمشکل جواب دیا،

www.urduboon.com

"جو بھی کام ہے اسے وہیں چھوڑو اور پہلی گاڑی پکڑ کر واپس گھر بھاگو! عائشہ کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی ہے، وہ سنبھل نہیں پارہی۔" والد نے اطلاع دی تو عامر گھبرا گیا۔

"میں... میں ابھی آتا ہوں،" اس کے حلق سے بس یہی الفاظ نکل سکے۔

"رابطے میں رہنا... میں نے گاڑی والے کو کال کی ہے، ہم اسے ہسپتال لے کر جا رہے ہیں۔ اگر ہم گھر سے نکل گئے تو تم سیدھا ہسپتال ہی پہنچ جانا۔ دیر مت کرنا۔" انہوں نے اتنا کہا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

موبائل فون عامر کے کان سے لگا رہ گیا، مگر دوسری طرف اب صرف ایک مہیب خاموشی تھی۔ عائشہ کی سلامتی کے لیے دعائیں اس کے بے اختیار لبوں سے نکلنے لگیں اور اگلے ہی پل وہ ایک دیوانے کی طرح کوسٹر سے نیچے اتر گیا۔ ابھی اسے گھر سے نکلے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ منزل بدل گئی تھی۔

وہ حسرت سے آگے بڑھنے والے راستے کو دیکھ رہا تھا، جہاں عائشہ کی آخری خواہش کا بھرم رکھا جانا تھا، مگر شاید عائشہ کی اپنے والدین سے ملاقات اس کی تقدیر میں لکھی ہی نہیں تھی۔ وہ پلٹ چکا تھا، مگر اب اس کے قدموں میں پہلے جیسی ہمت نہیں تھی۔ اب وہ ہزاروں ان دیکھے اندیشوں اور ہولناک خدشات کے ساتھ واپس لوٹ رہا تھا، جہاں موت عائشہ کے بستر کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھی تھی۔

oooooooooo

صحن میں حبس کا عالم تھا، جہاں عامر کے والد کسی پنڈولم کی طرح تیزی سے ٹہل رہے تھے۔ آنکھوں پر چڑھا ہوا چشمہ بار بار پھسل جاتا، جسے وہ جھنجھلا کر ٹھیک کرتے اور کپکپاتے ہاتھوں سے دوبارہ ڈرائیور کا نمبر ملاتے۔

"کہاں رہ گئے تم؟ گاڑی لے کر جلدی پہنچو۔"

ان کی آواز میں چھپی گھبراہٹ خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

کمرے کے اندر کا منظر اس سے بھی زیادہ دلخراش تھا۔ عامر کی والدہ چارپائی پر بیٹھی تھیں اور عائشہ کا سر ان کی ممتا بھری گود میں تھا۔ خاندان کی دیگر خواتین ارد گرد یوں گھیرا ڈالے کھڑی تھیں جیسے کسی ڈوبتے ہوئے چراغ کو بجھنے سے بچانے کی ناکام کوشش کر رہی ہوں۔ سب کے چہروں پر غم کی گہری پرچھائیاں تھیں اور فضا میں سسکیوں کا شور تھا۔

عائشہ رو رہی تھی... مگر یہ رونا محض جسمانی اذیت کا نہیں تھا۔ وہ تو برسوں سے دکھ جھیلنے کی عادی ہو چکی تھی، مگر اس وقت اسے جو کرب کھائے جا رہا تھا، وہ عامر سے دوری تھی۔ اس کی آنکھیں بار بار دروازے کی طرف اٹھتیں اور پھر مایوسی سے موند لی جاتیں۔

"عامر... عامر کہاں ہے؟" اس نے نہایت نحیف آواز میں پوچھا، جیسے لہجے میں تھوڑی سی جان باقی رہ گئی ہو۔

"وہ آ رہا ہے میری بچی... بس پہنچنے ہی والا ہے۔ تو حوصلہ رکھ، ہمت مت ہار۔" عامر کی والدہ نے اس کے ماتھے پر لرزتا ہوا ہاتھ پھیرا اور تسلی دی۔

عائشہ نے ایک لمبی، تکلیف دہ ہچکی لی اور دوبارہ بلک پڑی۔

"عامر کو بلاؤ نا... خدا کا واسطہ ہے بلاؤ اسے! اسے کہو عائشہ بلا رہی ہے... اسے کہو میں اس کے بغیر نہیں جا پاؤں گی، اسے کہو میرے پاس آئے۔" وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح اپنے محبوب شوہر کو پکار رہی تھی۔

والدہ نے اپنی بیٹی کو اشارہ کیا، "جاؤ، ذرا دیکھو ابو سے پوچھو، عامر کہاں رہ گیا؟" وہ نم آنکھیں پونچھتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

اچانک عائشہ کے وجود میں ایک لرزہ سا اٹھا، جیسے اندرونی نظام میں کوئی دھماکہ ہوا ہو۔ اس کا چہرہ درد کی شدت سے نیلا پڑ گیا اور وہ تیزی سے چارپائی کے پاس پڑے ڈھابڑے پر جھکی۔ ایک زوردار ابکائی کے ساتھ اس کے حلق سے الٹی نکلی، مگر وہ الٹی نہیں تھی... وہ سرخ، تپتا ہوا خون تھا۔ یہ دیکھتے ہی کمرے میں موجود خواتین کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ عامر کی والدہ کا جگر چھلنی ہو گیا، انہوں نے فوراً اپنا دوپٹہ آگے کیا اور عائشہ کا خون آلود منہ صاف کرنے لگیں، ان کے اپنے آنسو اس کے چہرے پر گر رہے تھے۔

"حوصلہ رکھ میری جان... حوصلہ میری بچی!" وہ دہائی دے رہی تھیں، مگر قدرت کا فیصلہ اٹل تھا۔

www.urduboon.com

"اماں... اماں... عامر... کہاں ہے میرا عامر؟" اب اس کے ہر لفظ کے ساتھ خون کا قطرہ گر رہا تھا اور آواز منوں بوجھل ہو چکی تھی۔

والدہ دیوانہ وار چیخی،

"کہاں رہ گئی گاڑی؟ خدا کے لیے جلدی کرو۔"

عائشہ کی سانسیں اکھڑنے لگیں، سکرات کا عالم طاری تھا۔ اس نے اپنی تمام تر ہمت سمیٹی اور آخری بار بولنے کی کوشش کی:

"عامر... عامر... میں اس سے... راضی ہوں... وہ بہت... بہت اچھا ہے... میرا... عامر کہاں ہے...؟"

ایک آخری ہچکی آئی، جس نے اس کے پورے جسم کو جھٹکا دیا۔ اس نے پھر سے اپنے محبوب کا نام پکارا، "عامر..."

وہ بار بار اسی ایک نام کو دہرا رہی تھی، جیسے یہ نام اس کے لیے بقا کا وظیفہ ہو۔ اور پھر... اچانک ایک سناٹا چھا گیا۔ پکارنے والے لب ساکت ہو گئے اور ہچکیاں تھم گئیں۔

"عائشہ! عائشہ! میری بچی آنکھیں کھولو!" عامر کی والدہ نے اسے دیوانہ وار جھنجھوڑا۔ انہیں لگا شاید وہ بے ہوش ہو گئی ہے، لیکن وہ مظلوم لڑکی تو زندگی کی قید سے آزاد ہو چکی تھی۔

اس کی آنکھیں اب بھی کھلی تھیں... وہ بے نور آنکھیں، جن میں ہزاروں حسرتیں منجمد ہو چکی تھیں۔ ان پتھرائی ہوئی آنکھوں میں وہ خواب تھے جو نقیب کے تشدد کی نذر ہو گئے، وہ ارمان تھے جو غربت کی دھول میں دفن ہو گئے، اور وہ ماں بننے کی تشنہ تمنا تھی جو اب کبھی پوری نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ عائشہ... جو والدین کا مان تھی۔

وہ عائشہ... جو بھائیوں کی لاڈلی گڑیا تھی۔

www.urduboon.com

وہ عائشہ... جو عامر کی کل کائنات تھی۔

وہ آج اس بھیڑ میں بھی تنہا رخصت ہوئی۔ نہ سرہانے باپ تھا، نہ ڈھارس بندھانے والے بھائی اور نہ ہی وہ شوہر جس کے نام پر اس نے آخری سانس لی۔ وہ بدنصیب لڑکی جس نے ایک بار گھر کی دہلیز پار کی، تو پھر کبھی اپنوں کا پیار نہ پا سکی۔ غیروں کے درمیان، تنہائی کے عالم میں، وہ اپنے والدین کے دیدار کو ترستی ہوئی خاموش ہو گئی۔ اس کی وہ بے نور آنکھیں شاید اب بھی چیخ چیخ کر کائنات سے ایک ہی سوال کر رہی تھیں،

"آخر میرا وارث کون ہے؟ وہ کون ہے جو میری ان کھلی آنکھوں کو موندے گا؟"

oooooooooo

بس جب شکریلہ کی حدود میں داخل ہوئی تو فضا میں ایک عجیب سی گھٹن اور بوجھل پن کا احساس تھا۔ عامر کا کزن، جس کے چہرے پر خاموشی کی دبیز چادر تنی تھی، گاڑی لیے پہلے ہی منتظر تھا۔ عامر کے دل میں خدشات کا ایک طوفان مچا ہوا تھا۔

بس سے اتر کر، کزن کی گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ بار بار اس کی طرف دیکھتا، اس کی آنکھوں میں جھانک کر سچائی پڑھنے کی کوشش کرتا، مگر وہاں صرف ایک گہری پراسرار خاموشی تھی۔

"عائشہ کیسی ہے؟" عامر نے لرزتی ہوئی آواز میں سوال کیا، اس کے لہجے میں چھپی بے چینی ہوا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

کزن نے اسٹیئرنگ پر اپنی گرفت مضبوط کی اور نظریں سڑک پر جمائے رکھیں، اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے عامر کی آنکھوں میں دیکھا تو اس کے آنسو سچ اگل دیں گے۔ "میں جب گھر سے نکلا تو حالت ویسی ہی تھی جیسی تم چھوڑ کر گئے تھے۔ تم حوصلہ رکھو، بس پہنچنے ہی والے ہیں۔"

اس نے لفظوں کو ٹالتے ہوئے کہا، مگر ان لفظوں میں وہ یقین نہیں تھا جو عامر کے گرتے ہوئے حوصلے کو سنبھال پاتا۔

www.urduboon.com

گاڑی گھر کی گلی کے بجائے تھوڑا ہٹ کر، گاؤں کی پرانی مسجد کے پاس رکی۔ جیسے ہی انجن خاموش ہوا، خاموشی کا ایک ہولناک ریلا عامر کی طرف لپکا۔ ابھی اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ دور سے اٹھتی ہوئی ایک لرزہ خیز صدا اس کے کانوں سے ٹکرائی، یہ عورتوں کے ماتم کرنے اور دھاڑیں مار کر رونے کی آواز تھی۔ یہ آواز نہیں تھی، بلکہ ایک خنجر تھا جو سیدھا عامر کے کلیجے میں پیوست ہو گیا۔

عامر کے قدموں تلے سے جیسے زمین سرک گئی۔ وہ مرد، جسے زمانے کی سختیاں، جرم کی دنیا کے خطرات اور زندگی کے مصائب کبھی جھکا نہ پائے تھے، آج اس ایک آواز سے ڈھیر ہو گیا۔ اس کے پاؤں، جو پہاڑوں کی مسافتیں طے کرنے کے عادی تھے، اب منوں وزنی ہو گئے۔ اسے محسوس ہوا جیسے کائنات اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہے اور ہر چیز دھندلا رہی ہے۔ اس نے لڑکھڑاتے ہوئے گاڑی کی باڈی کا سہارا لیا، جیسے وہ خود کو گرنے سے بچانے کی آخری کوشش کر رہا ہو۔

کزن نے آگے بڑھ کر عامر کا شانہ تھاما، اسے سہارا دیا، مگر عامر اس وقت کسی دوسرے جہاں میں تھا۔ اس کے شکستہ قدم اب گھر کی طرف نہیں، بلکہ اپنی بربادی کی طرف اٹھ رہے تھے۔

عامر کے سینے میں اس وقت دوہری آگ بھڑک رہی تھی۔ ایک زخم تو عائشہ کی جدائی کا تھا جو روح کو چھلنی کر رہا تھا، مگر دوسرا زخم اس سے بھی زیادہ گہرا اور زہریلا تھا۔ اسے وہ کسک تڑپا رہی تھی کہ وہ عائشہ کی آخری خواہش... اس کے خاندان سے اس کی ملاقات... پوری نہ کر سکا۔ وہ خالی ہاتھ لوٹا تھا، ان سنگدلوں کی نفرت کی دیواریں اس کی محبت کی التجا سے کہیں زیادہ بلند نکلی تھیں۔

"اور اب اس میں ایک تیسری اذیت شامل ہو چکی تھی، "میں اس کے آخری وقت میں اس کے پاس کیوں نہیں تھا؟

یہ سوال اس کے ذہن میں ہتھوڑوں کی طرح بج رہا تھا۔ جس عورت نے ساری زندگی دکھ جھیلے، جس نے تنہائی کے مقتل میں آخری سانسیں گنیں، جس نے نزع کے عالم میں شاید بار بار عامر، عامر پکارا ہو گا، اس وقت اس کا وہ شوہر، اس کا وہ واحد وارث اس سے میلوں دور ایک نااہل امید کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

عامر کو لگا جیسے وہ خود اپنے ہاتھوں عائشہ کو مرتے ہوئے چھوڑ گیا تھا۔ یہ احساس، یہ پچھتاوہ کسی دیمک کی طرح اسے اندر ہی اندر چاٹنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ عائشہ کی میت پر پڑنے والے آنسو شاید وقت کے ساتھ خشک ہو جائیں، مگر اس کے آخری وقت میں اس کے سرہانے نہ ہونے کا دکھ

ایک ایسا ناسور بن چکا تھا جو اب عمر بھر اس کی روح سے رسنے والا تھا۔ وہ شکستہ وجود لیے، آنکھوں میں حسرتوں کا سمندر دبائے، اب اس گھر کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں اب عائشہ نہیں، بلکہ صرف اس کی یادیں اور اس کی خاموشی اس کی منتظر تھی۔

°°°°°°°°°°

عامر کے گھر کا آنگن ماتم اور سسکیوں سے لرز رہا تھا، مگر عامر خود ایک ایسے جزیرے پر تھا جہاں سناٹا بھی چیخ رہا تھا۔ وہ کمرے کے گوشے میں ساکت بیٹھا تھا، نہ آنکھوں میں آنسو تھے، نہ لبوں پر کوئی فریاد۔ غم جب حد سے گزر جائے تو انسان پتھر کا ہو جاتا ہے اور عامر اس وقت مٹی کا نہیں، دکھوں سے تراشا گیا ایک مجسمہ معلوم ہوتا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے سینے میں کوئی آہنی ہاتھ اس کے دل کو مٹھی میں بھینچ رہا ہے اور ابھی یہ جوڑ ٹوٹ جائیں گے۔

اچانک عامر کے ساکن وجود میں ایک لرزش پیدا ہوئی۔ ایک آخری خیال، ایک آخری کوشش... اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل اٹھایا اور کامران کا نمبر ملایا۔ اس کے ذہن میں صرف یہ بات گردش کر رہی تھی کہ شاید موت وہ آئینہ ہے جس میں پتھر دلوں کو بھی اپنی بدصورتی نظر آ جاتی ہے۔ شاید عائشہ کا بے جان وجود ان کی انا کی دیواریں گرا دے۔

جب دوسری طرف سے کال اٹھائی گئی، تو عامر کے بولنے سے پہلے ہی پس منظر میں گونجنے والی آہ و بکا اور بین کی آوازیں کامران کی سماعتوں سے ٹکرائیں۔ وہ آوازیں خود گواہ تھیں کہ ہجرت ختم ہو چکی ہے اور مسافر اپنی منزل پا چکا ہے۔

"وہ... عائشہ... وہ اب نہیں رہی... وہ چلی گئی۔" عامر نے بمشکل ان لفظوں کو یکجا کیا، جو اس کے حلق میں کسی خاردار تار کی طرح چبھ رہے تھے۔

دوسری طرف ایک طویل، گہرا اور ہولناک سکوت چھا گیا۔ ایسا لگا جیسے پروفیسر کامران کے پاس آج کوئی لفظ نہیں بچا۔ پھر ایک لرزتی ہوئی آواز ابھری،

"ان للہ وانا الیہ راجعون۔"

www.urdupoon.com

یہ کہہ کر وہ دوبارہ اسی اداس خاموشی میں ڈوب گیا۔

"آپ... اب تو آجائیں نا... اپنے گھر والوں کو لے آئیں۔ کم از کم اس معصوم کو عزت سے رخصت تو کر دیں۔" عامر کی آواز ٹوٹ گئی اور ضبط کے بندھن آنسو بن کر بہہ نکلے۔

کامران کی آواز میں اب واضح لغزش تھی، جیسے اس کا پیشہ ورانہ وقار ٹوٹ رہا ہو۔

"ا... اچھا... میں ابو کو کال کرتا ہوں۔ تم... تم لائن پر ہی رہنا۔"

کا آغاز ہوا۔ کمال احمد کی وہی سپاٹ اور بے لچک آواز ابھری، (Conference Call) کال ہولڈ پر ہوئی اور چند ثانیوں بعد ایک تہری گفتگو

"ہیلو! ہاں کامران، کہو کیا بات ہے؟"

عامر کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر کامران نے ہچکیوں کے درمیان خبر سنا دی،

"ابو! عائشہ فوت ہو گئی ہے۔ اس کا شوہر کال پر ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ..."

"جو بھی کہہ رہا ہے، اسے کہہ دو کہ ہماری عائشہ اسی دن مر گئی تھی جس دن اس نے اس گھر کی دہلیز پار کی تھی!"

کمال احمد نے ایک سفاکانہ کاٹ کے ساتھ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"وہ اس کی بیوی ہے، ہماری بیٹی نہیں۔ وہ اسے دفنائے یا کسی کھائی میں پھینک دے، ہمیں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا۔"

عامر کے چہرے پر ایک جلال اتر آیا۔ اس کے دل میں آیا کہ اس بوڑھے شخص کو بتائے کہ جس پگڑی کی وہ بات کر رہا ہے، وہ عائشہ کے خون سے پہلے ہی سرخ ہو چکی تھی، مگر اس نے عائشہ کے رشتوں کا ایک آخری لحاظ رکھا۔

www.urduboon.com

"ابو! اتنی سنگدلی اچھی نہیں... جیسی بھی تھی، وہ ہمارا خون تھی، ہمیں آخری بار اسے دیکھنا چاہیے۔" کامران نے روتے ہوئے اپنے باپ کی سنگدلی کے سامنے آخری احتجاج کیا۔

کمال احمد کی آواز میں غصہ تو تھا ہی، مگر اب اس میں ایک ایسی لغزش بھی تھی جو شاید پچھتاوے کی تھی، جسے وہ غصے کے پیچھے چھپانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔

"بکواس بند کرو! ہم نہیں جائیں گے۔ اور اگر تم نے دوبارہ جانے کی بات کی، تو میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے۔"

عامر نے مزید کچھ سنے بغیر کال منقطع کر دی۔ وہ ان پتھروں سے پگھلنے کی اُمید لگا بیٹھا تھا جو برسوں سے تپتی ہوئی نفرت میں سلگ رہے تھے۔ وہ غلط تھا، عائشہ نے بالکل صحیح کہا تھا کہ اس دنیا میں اس کا کوئی نہیں۔ وہ اس زمین پر لاوارث آئی تھی اور لاوارث ہی جا رہی تھی۔

عائشہ کے لیے اگر کوئی امید تھی، کوئی سہارا تھا، کوئی وارث تھا... تو وہ صرف عامر تھا۔ وہ نام جو عائشہ نے آخری ہچکی کے ساتھ پکارا تھا، وہی اس کی زندگی کا کل سرمایہ تھا۔ اس کی اذیت بھری زندگی میں، نقیب کے تشدد اور اپنوں کی بے رخی کے صحرا میں، عامر وہ واحد خوشگوار ہوا کا جھونکا تھا جس نے اسے مرنے سے پہلے محبت کا مطلب سمجھایا تھا۔

°°°°°°°°°°

میں اس وقت میرج ہال کی چکاچوند، روشنیوں اور لوگوں کی مصنوعی مسکراہٹوں کے درمیان گھرا ہوا تھا، جب میری بیگم کی کال نے میرے وجود میں لرزہ پیدا کر دیا۔ اس نے عامر کی بیوی، میری بھابھی عائشہ کی وفات کی خبر سنائی۔ یہ خبر سن کر ہال کی تمام روشنیاں مجھے بے نور محسوس ہونے لگیں۔

عائشہ بھابھی... وہ عورت جو برسوں میرے تایا کی بہو بن کر میرے پڑوس میں رہی، جس سے میری کبھی ایک بار بھی ملاقات نہ ہو سکی۔ ہم دیوار بہ دیوار تھے، مگر میں نے کبھی ان کی آواز تک نہیں سنی تھی۔ جب مجھے ان کی رخصتی کا پتہ چلا، تو ایک دم سینے پر منوں وزنی بوجھ آن

گرا۔ میں ہال کی مصروفیات کے جال میں ایسا الجھا ہوا تھا کہ چاہ کر بھی ان کے جنازے میں شریک نہ ہو سکا اور یہی میری زندگی کی سب سے بڑی محرومی بن گئی۔

بعد میں جب مجھے تدفین کے ان جاں لیوا لمحات کا حال معلوم ہوا، تو میری روح کانپ اٹھی۔ قبرستان کی اس نمناک مٹی کے پاس جب جنازہ رکھا گیا اور تدفین کا وقت آیا، تو امام صاحب کی ایک صدا نے خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا،

"مرحومہ کے محرم رشتے کہاں ہیں؟ وہ آگے آئیں تاکہ میت کو لحد میں اتارا جا سکے۔"

عامر، جو پہلے ہی غم سے نڈھال تھا، اس نے حسرت اور یاسیت سے بھری نظروں سے دائیں بائیں دیکھا۔ اس کی وہ نظر جیسے مجمعے میں ان اپنوں کو تلاش کر رہی تھی جو عائشہ کو غیرت کے نام پر تنہا چھوڑ چکے تھے۔ وہاں کوئی باپ نہیں تھا، کوئی بھائی نہیں تھا، کوئی ایسا خون کا رشتہ نہیں تھا جو اس کی آخری منزل میں اسے سنبھال پاتا۔ عامر کی وہ تنہائی اس وقت کائنات کا سب سے بڑا نوحہ بن گئی۔

تب عامر کے والد، بھائی اور میرے بڑے بھائی نے خاموشی سے قدم آگے بڑھائے۔ انہوں نے عامر کے ساتھ مل کر اس مظلوم اور بدنصیب لڑکی کو قبر کی آخری گہرائیوں میں اتارا۔ جب یہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ایک تصور کی صورت میں ابھرا، تو میرا کلیجہ کٹ کر رہ گیا۔ میرے دل میں ایک اذیت بھرا اشتیاق اور دکھ پیدا ہوا کہ وہ کیسی بدنصیب عورت تھی، جس کے آخری وقت میں اس کے اپنے خون نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

میں نے شام کو عامر سے کال پر تعزیت کی، اسے ایک بھائی کے طور پر حوصلہ دینے کی کوشش کی، مگر میں جانتا تھا کہ یہ لفظ کتنے کھوکھلے ہیں۔ جانے والے جب خاک کا رزق بن جائیں، تو تسلیوں کے انبار انہیں واپس نہیں لا سکتے۔

آج بھی جب میں قبرستان جاتا ہوں، تو قدم خود بخود عائشہ بھابھی کی قبر کی طرف اٹھ جاتے ہیں۔ میں اپنے ابو کی قبر پر فاتحہ خوانی کرتا ہوں، مگر اس کے بعد کسی اور کی قبر پر جاؤں یا نہ جاؤں، بھابھی عائشہ کے کتبے کے پاس ضرور ٹھہرتا ہوں۔ وہاں کی خاموشی مجھے پکارتی محسوس ہوتی ہے۔ میں فاتحہ پڑھتا ہوں، مگر ہر بار میرے دل سے ایک ہی خاموش آہ نکلتی ہے،

www.urduboon.com

"کاش بھابھی! میں اس بزدل انا اور خاندانی رنجشوں کے پردے کو وقت رہتے چاک کر پاتا۔ کاش میں آپ کے لیے کچھ کر پاتا۔"

وہ قبر اب صرف مٹی کا ڈھیر نہیں، بلکہ میرے لیے ایک یاد دہانی ہے کہ زندگی بہت مختصر ہے اور ہماری نفرتیں کتنی فضول ہیں۔

oooooooooo

اختتامیہ: قصوروار کون؟

یہ محض ایک کہانی نہیں تھی، یہ ایک غلط فیصلے اور اس سے جڑی کئی نادانیوں کا نوحہ تھا۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ عائشہ کی خطا سے بڑا جرم اس کے بھائی کا تھا۔

اکثر بچے نوجوانی کی دہلیز پر جذبات کی رو میں بہہ کر غلطیاں کر بیٹھتے ہیں، مگر وہاں بڑے بھائی کا کردار کسی سائبان جیسا ہونا چاہیے تھا۔ جب اسے عائشہ کی نادانی کے بارے میں پتہ چلا، تو پانی ابھی سر سے نہیں گزرا تھا۔ اسے چاہیے تھا کہ وہ غصے کے بجائے تحمل کا مظاہرہ کرتا، اپنی بہن کو پاس بٹھاتا اور اسے پیار سے سمجھاتا۔ اسے بھائی ہونے کا بھرم رکھنا چاہیے تھا اور اسے احساس دلاتا کہ اس کی ایک نادانی پورے خاندان کے وقار کو خاک میں ملا سکتی ہے۔

مگر اس نے اشتعال انگیزی کا راستہ چنا۔ اس نے عائشہ کو احساسِ جرم دلانے کے بجائے اسے گھر میں ایک قیدی بنا دیا۔ جب گھر کی چار دیواری جیل بن جائے اور اپنوں کے لہجے نشتر بن جائیں، تو انسان گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ اس نازک وقت میں جب عائشہ کو سب سے زیادہ سہارے کی ضرورت تھی، اسے اس بے رحمی سے روندا گیا کہ اسے گھر سے بھاگنا ہی واحد حل نظر آنے لگا۔

سچ تو یہ ہے کہ جب کوئی گھر اجڑتا ہے، تو اس میں کسی ایک کا ہاتھ نہیں ہوتا۔ دیواروں کے گرنے میں ہر فرد نے اپنا اپنا حصہ ڈالا ہوتا ہے۔ جب ایک بچی گھر چھوڑنے جیسی سنگین حماقت کرتی ہے، تو وہ تنہا قصوروار نہیں ہوتی، بلکہ گھر کے ہر فرد کا رویہ کہیں نہ کہیں اس آگ کو ہوا دے رہا ہوتا ہے۔

www.urduboom.com

میں نے اس سے پہلے چار ناول لکھے، مگر یہ پانچواں ناول میرے لیے سب سے کٹھن ثابت ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس بار میں صرف ایک کہانی لکھنے والا نہیں تھا، بلکہ میں خود کو بھی اس جرم کا حصہ دار مانتا ہوں۔ جب عامر نے مجھے مدد کے لیے پکارا، تب مجھے ذرہ برابر بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ دونوں کس جہنم سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ میں بھی معاشرے کے دیگر افراد کی طرح صرف واجبی سی مدد کر پایا۔ میں اس وقت ان کی اذیت کی گہرائی نہیں سمجھ سکا اور یہی پچھتاوہ اب میرے قلم کی سیاہی بن کر کاغذ پر بکھر رہا ہے۔

اس ناول کو لکھنے کا مقصد صرف ایک قصہ سنانا نہیں، بلکہ عامر اور عائشہ کی اس داستان کو تاریخ کا حصہ بنانا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے خاندان میں یہ کہانی یوں محفوظ ہو جائے کہ اگر کل کو میرے پوتے بھی اسے پڑھیں، تو وہ عائشہ کو صرف ایک بھاگی ہوئی لڑکی نہ سمجھیں، بلکہ اس کی قبر پر جا کر دو آنسو بہائیں اور فاتحہ خوانی کریں۔ انہیں پتہ ہو کہ یہاں ایک ایسی لڑکی دفن ہے جسے جیتے جی بھی اپنوں نے نہیں اپنایا اور مرنے کے بعد بھی اسے لاوارث چھوڑ دیا گیا۔

میری اللہ کی ذات سے بس ایک ہی دعا ہے،

"اے رب العزت! عامر کی بیوی عائشہ کی خطاؤں کو درگزر فرما کر اسے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ آمین۔"

اور دعا ہے کہ ہماری تمام بہنوں اور بیٹیوں کو اس لرزہ خیز داستان سے عبرت اور سبق حاصل کرنے کی توفیق دے، تاکہ پھر کسی عائشہ کو غیروں میں دم نہ توڑنا پڑے۔

جزاک اللہ خیراً کثیرا

تمام شد (THE END)

نوٹ: اس ناول میں عائشہ اور عامر کے علاوہ سبھی نام اور مقامات فرضی تھے۔

www.urduboon.com

عائشہ عامر
عامر محمود

ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

وفات

عائشہ عامر

زوجہ

عامر محمود

19 اگست
2023ء

بروز ہفتہ بمطابق
3 صفر المظفر
1445 ہجری

رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین

ولا یئودہ حفظھما وھو العلی العظیم